بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اسرارالقادری

تصنیفِ لطیف سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتدوین بحکم واجازت جانشین سلطان الفقر

حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب

سرپرستِ اعلیٰ اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین

دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ از

سیّد امیر خان نیازی سروری قادری

انتساب

اُس آغوشِ فقر کے نام

جس میں سُلطان الفقر (پنجم) حضرت سلطان باھُو نے پرورِش پائی

"راستی" از راستی آراستی

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	عرضِ ناشر	6
2	تفہیم الکلامِ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ	8
3	پیش گفتار	39
4	تعارفِ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ	41
5	باب اوّل ابتدائیہ	49
6	باب دوم طالب پر مرشد کی توجہ	67
7	شرح مقامات	73
8	باب سوم شرح علمِ دعوتِ تکسیر مسخرات	101
9	شرح حاضرات	113
10	شرح توجۂ مرشد وحصولِ توجۂ حضور	159
11	باب چہارم تصور وتصرفِ مشقِ اسم اللہ ذات	183
12	باب پنجم شرح ننانوے اسمائے باری تعالیٰ	203

تحفہ از حافظ شیرازیؒ موصولہ از ملک نور حیات خان

چہل سال بیش رفت من لاف می زنم

کز چاکرانِ پیرِ مغاں کم تریں منم

ترجمہ:۔"چالیس سال سے مَیں یہ لاف زنی کر رہا ہوں کہ اپنے مرشدِ کریم کے چاکروں میں سے کمترین چاکر مَیں ہوں"۔

آنکہ تاجِ سرِ من خاکِ کفِ پائش بود

از خدا می طلبم کہ بر سرم باز آید

ترجمہ:۔" میرے مرشد کے قدموں کی وہ خاک جو میرے سر کا تاج بنی تھی، مَیں خدا سے اِلتجا کرتا ہوں کہ وہ خاکِ پا بار بار میرے سر پر پڑتی رہے"۔

عرضِ ناشر

معاشرۂ اِنسانی میں مُتجاوز ہوتی ہوئی مادیّت پرستی نے اِنسان کی رُوحانی و اخلاقی اَقدار کو بُری طرح متاثر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج اِنسانیت اپنے لئے سب سے بڑا خطرہ بذاتِ خُود اِنسان کو ہی محسوس کرتی ہے ایسے میں ہم اپنی رُوحانی اَقدار کی نشوونُما اور اپنے روحانی اِستخلاص سے ہی مُعاشرۂ اِنسانی کا توازن برقرار رکھ سکتے ہیں۔

سلسلۂ نبوّت بند ہونے کے بعد فقراَ کرام نے فرد کے روحانی اِستخلاص اور کائنات میں پُر امن نظام کی تشکیل کیلئے بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔ اُنہی کاملین میں سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُوؒ ایک ہستی کامل ہیں جنہوں نے فقرِ مُحمّدیؐ کے ذریعے معاشرۂ انسانی کی اِصلاح کیلئے ایک سو چالیس (140) کُتب و رسائل تحریر فرمائے جن میں سے ایک آپ کی مادری زُبان '' لہندی'' (جس سے پنجابی اور سرائیکی دو زبانیں ایجاد ہوئیں) میں ہے دیگر تمام کُتب فارسی زُبان میں ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''اَسرار القادری'' کے مترجم جناب سید امیر خان نیازی نے انتہائی لگن اور محنتِ شاقہ سے اِس کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ مگر اِس میں نیازی صاحب کو جو مُشکل درپیش رہی کہ اِس کتاب کے زیادہ قلمی نُسخے میّسر نہ آ سکے جو کہ اُن کے محققانہ ذوق میں ایک بڑی رُکاوٹ رہی مگر پھر بھی یہ ایک مکمل اور بھرپور ترجمہ ہے۔ میں اِس کاوِش پہ جناب نیازی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اُردو ترجمہ کے ساتھ فارسی متن بھی اِس میں شامل ہے ایک طرف فارسی متن ہے اور اُس کے سامنے کے صفحہ پہ اُردو ترجمہ درج ہے۔ اس کتاب کی ابتدا میں

سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُوؒ کا مختصر تعارف اور آپ کی تعلیمات کی تسہیل کیلئے سید امیر خان نیازی کا مُرتّب کردہ تحقیقی رسالہ "تفہیم الکلام حضرت سُلطان باھُوؒ" بھی درج ہے ۔مترجم و پبلشرز نے اپنے تائیں پوری تسلّی کی ہے کہ کہیں غلطی نہ رہ جائے پھر بھی اگر کہیں غلطی رہ گئی ہو تو قارئین سے التماس ہے کہ ادارہ کو اُس سے مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اُس کی اِصلاح کر دی جائے۔

قارئین سے ایک اور ضروری گُزارش یہ بھی ہے کہ اگر کسی کے پاس سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُوؒ کی کسی کتاب کا کوئی قلمی نُسخہ یا اُس کی فوٹوسٹیٹ کاپی موجود یا دستیاب ہو تو اُسے از راہِ ثواب و ہدایت العارفین پبلیکیشنز تک ضرور پہنچائیں تاکہ حضرت سُلطان العارفینؒ کی کُتب پر تحقیق و تراجم کے کام میں مزید بہتری لائی جا سکے اور مادیّت پرستی کے عروج کے اِس دور میں اِنسانیّت کے رُوحانی اِستخلاص و آگاہی کے لئے مؤثر خدمت سر انجام دی جا سکے۔

صاحبزادہ سلطان احمد علی

دربارِ عالیہ حضرت سلطان باھُوؒ

چیئرمین، العارفین گروپ آف پبلیکیشنز

دسمبر 2010ء

تفہیم الکلامِ حضرت سُلطان باھُوؒ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اصلاحی جماعت اولیائے اللہ فقرا کی تعلیمات کی ترویج اور نشر و اشاعت کا کام کر رہی ہے اِس لئے اِس جماعت کے صدر صاحبان یعنی مبلغین اکثر اوقات سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا درس دیتے ہیں۔ درس سے متاثر ہو کر اکثر لوگ حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف لے جاتے ہیں اور اُن کا مطالعہ کرتے ہیں۔ بعض اوقات کچھ نکات اُن کی سمجھ میں نہیں آتے تو وہ فرداً فرداً اصلاحی جماعت کے صدر صاحبان سے رابطہ کر کے اپنی مشکلات کا حل تلاش کرتے رہتے ہیں۔ قارئین کی اس عمومی اُلجھن کو دُور کرنے کے لئے بانیٔ اصلاحی جماعت سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرّہٗ العزیز کی اجازت سے زیرِ نظر رسالہ لکھا گیا ہے۔ اِس رسالہ میں حتی الوسع اُن تمام امور سے بحث کی گئی ہے جن سے قاری عموماً اُلجھتا ہے۔ اولیائے اللہ فقرا کی تصانیف کا مطالعہ انسان کے اندر بصیرت و فراست پیدا کرتا ہے جس سے صاحبِ مطالعہ کے ایمان میں گہرائی و وسعت پیدا ہوتی ہے اور اُسے حکمت و معرفتِ توحید تک دسترس حاصل ہوتی ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب یا رسالے کا مطالعہ قاری کے اندر اِن مقاصد کے حصول کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔

درحقیقت انسان تین قسم کے ہیں: (1) طالبانِ دنیا کہ جن کا مقصد دنیوی زندگی کو خوشگوار بنانا ہے اور وہ اِسی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ (2) طالبانِ عقبیٰ کہ

جن کا مقصد اُخروی زندگی کو خوشحال بنانا ہے اِس لئے وہ زہد و ریاضت اختیار کر کے اُس کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ (3) طالبانِ مولیٰ کہ جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کے انوارِ جمال کا مشاہدہ اور اُس کے قرب و وصال کا شرف حاصل کرنا ہے اور وہ اُسی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اِن تین گروہوں کے مراتب کے بیان میں فرمایا گیا ہے :-"

طَالِبُ الدُّنیَا مُخَنَّثٌ وَّ طَالِبُ الْعُقْبٰی مُؤَنَّثٌ وَّ طَالِبُ الْمَوْلٰی مُذَکَّرٌ"۔

ترجمہ :-" طالبِ دنیا مخنث ہے، طالبِ عقبیٰ مؤنث ہے اور طالبِ مولیٰ مذکر ہے"۔

بنیادی طور پر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ہر کتاب طالبانِ مولیٰ کی تعلیم و تربیت کے لئے لکھی ہے اِس لئے اے صاحبِ مطالعہ اُن کی کتب کے مطالعہ کے دوران کئی مقامات ایسے بھی آئیں گے کہ جہاں آپ اُلجھ سکتے ہیں، کئی مقامات پر آپ کے ایمان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور کئی مقامات پر آپ انکار کی راہ اختیار کر کے ہدایت و سلامتی سے محروم ہو سکتے ہیں اِس لئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ ایک رسالے کی صورت میں کچھ ضروری معلومات جمع کر دی جائیں جن کی مدد سے حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

آپ جانتے ہی ہیں کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ عارفوں کے امام ہیں اِس لئے آپ شریعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہٹ کر کوئی بات کرتے ہی نہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

(1)(1) ہر مراتب از شریعت یافتم   پیشوائی خُود شریعت ساختم

ترجمہ :-" مَیں نے ہر مرتبہ شریعت کی پیروی سے پایا اور شریعت ہی کو مَیں نے اپنا پیشوا بنایا"۔

(2) "شریعت سے ہٹ کر جو راہ بھی ہے وہ کفر و زندقہ کی راہ ہے"۔

(3) ہیچ تالیفی نہ در تصنیفِ ما ہر سخن تصنیفِ ما را از خدا

علم از قرآن گرفتم وز حدیث ہر کہ منکر میشود اہل از خبیث

ترجمہ :-" ہماری تصانیف میں کوئی تالیف نہیں۔ ہماری تصانیف کا ہر سخن الہامِ خداوندی ہے۔ مَیں نے ہر علم قرآن و حدیث سے پایا ہے لہٰذا میری تحریر کا انکار کرنے والا قرآن و حدیث کا منکر ہے اِس لئے وہ پکا خبیث ہے"۔

پس آپ کی تصانیف کی تمام تعلیم قرآن و حدیث کی تعلیم ہے لیکن آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو اِس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ کے ذہن میں آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صرف وہ مفاہیم و معانی ہوں گے جو علمائے ظاہر بیان فرماتے ہیں اور آپ قرآن و احادیث کے اُن معانی اور مفاہیم سے بے خبر ہوں گے جو عارف باللہ فقراُ نے بیان فرمائے ہیں مثلاً قرآن مجید کی آیات: (1) " رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّ نْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَ ا بَ النَّارِ" کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں فرمایا ہے :-" پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما، آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کی آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ"۔ لیکن علمائے باطن یعنی عارفانِ باللہ فقراُ نے اِس کا ترجمہ یوں فرمایا ہے :-" ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی اپنا قرب و وصال عطا فرما، آخرت میں بھی اپنے قرب و وصال میں رکھنا اور ہمیں آتشِ ہجر و فراق کے عذاب سے محفوظ رکھ"۔

(2) "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُ وْنَ" (پارہ ۲۷، الذاریات ۵۶) کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں فرمایا ہے :-"اور مَیں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور

انسانوں کو مگر اپنی عبادت کے لئے"۔جب کہ علمائے باطن نے اِس کا ترجمہ اِس طرح کیا ہے :۔" اور مَیں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی معرفت و قرب و وصال کے لئے"۔

(3) " وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ "(پارہ۴،آلِ عمران ۱۰۴) کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے :۔"اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے ،اُنھیں نیکی کا حکم کرے اور اُنھیں برائی سے روکے۔ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے"۔لیکن عارفوں نے اِسے یوں بیان فرمایا ہے :۔"اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کی طرف بلائے ،اُنھیں معرفتِ حق تعالیٰ کی تلقین کرے اور اُنھیں گمراہی کی ظلمت سے نکالے۔ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے"۔

(4) " اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ " کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے :۔" الٰہی ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں"۔جب کہ عارف باللہ فقرا نے اِس سے یہ مراد لی ہے :۔" الٰہی ! ہم تیری معرفت اور قرب و وصال کے طالب ہیں اِس لئے ہمیں چشمِ بینا عطا فرما تا کہ ہم تیرا دیدار کر سکیں"۔ یا یوں کہ :۔" الٰہی ! ہم تیری معرفت اور قرب و دیدار چاہتے ہیں اِس لئے ہمارے دلوں سے حجابات دُور کرنے میں ہماری مدد فرما"۔

(5)" الٓمّٓ ج ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ج فِيْهِ ج هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ لا الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ " کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے :۔ " الٓمّٓ

یہ کتاب ہر شک وشبہ سے پاک ہے۔اِس میں ہدایت ہے اُن پرہیزگاروں کے لئے جو بن دیکھے اللہ کو مانتے ہیں"۔جب کہ عارف باللہ فقراؒ نے اِس کا ترجمہ اِس طرح کیا ہے:۔"الٓمّٓ (حقیقتِ انسانیہ) وہ کتاب ہے جو ہر شک وشبہ سے پاک ہے۔یہ کتاب ہدایت بخشتی ہے اُن پرہیزگاروں کو جو عالمِ غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں"۔(6)" اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ o لا فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ o لا لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ " کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے:۔" بے شک یہ قرآن ہے عزت والا، لکھا ہوا ہے ایک پوشیدہ کتاب کے اندر، اِسے بغیر وضو کے مت چھوئیں"۔ جب کہ عارف باللہ فقراؒ نے اِس کے معنی یوں بیان فرمائے ہیں:۔" بے شک یہ قرآنِ کریم ہے جس کا ایک نوری وجود بھی ہے جو ایک مخفی کتاب کے اندر محفوظ ہے۔ اُسے نہیں چھو سکتے مگر پاک وطیب لوگ"۔

(7)"اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" (پارہ ۳، البقرہ ۲۵۷) کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے:۔" اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا، نکالتا ہے اُن کو اندھیروں سے روشنی کی طرف"۔جب کہ عارف باللہ فقراؒ نے اِس کے معنی یوں بیان فرمائے ہیں:۔ " اسم اَللّٰہُ دوست ہے مومنوں کا جو اُنھیں ظلمات سے نکال کر تو حیدِ ذات کے نور میں لے آتا ہے"۔

(8) " كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ o ج فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ o م فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ o لا مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ o لا بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ o لا كِرَامٍ بَرَرَةٍ o ط" کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے:۔" یوں نہیں! یہ قرآن تو نصیحت ہے، جو کوئی چاہے اِسے پڑھے۔ قرآن تو وہ ہے کہ جس کی آیات آسمان کے اوپر نہایت

معزز، بلند مرتبہ اور صاف ستھرے اوراق میں لکھی ہوئی ہیں اور اُنھیں اُن پاک و صاف کاتبوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہے جو بڑے درجے والے نیکوکار ہیں"۔ جب کہ عارف باللہ فقراُ نے اِس کے معنی یوں بیان فرمائے ہیں :-" خبردار! تحقیق یہ قرآن ذکر کی دعوتِ عام ہے۔ جس کا جی چاہے اِس دعوتِ عام میں شامل ہو جائے۔ اِس کی نوری تحریر عزت والے بلند و پاک صحیفوں کے اندر محفوظ ہے جسے عزت والے پاک فرشتوں نے لکھا ہے"۔

اِسی طرح احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معانی و مفاہیم بھی علمائے ظاہر اور علمائے باطن مختلف بیان فرمائے ہیں مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان:

(1) " اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ " کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے :-"اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اُسے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ ممکن نہ ہوتو یہ سمجھو کہ اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے"۔ جب کہ عارف باللہ فقراُ نے اِس کے معنی یوں بیان فرمائے ہیں :-"اللہ کی عبادت اُسے دیکھ کر کیا کرو، وہ ایسے کہ اگر تم اپنی ہستی مٹا دو تو تم اُسے دیکھو گے اور وہ تمھیں دیکھے گا"۔

(2) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان :-" اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْكِيْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ " کا ترجمہ علمائے ظاہر نے یوں بیان فرمایا ہے :-"الٰہی! مجھے زندگی میں مسکین بنا دے، مجھے موت بھی مسکینوں والی دے اور میرا حشر بھی مسکینوں کے زمرے میں ہو"۔ یہاں وہ مسکین کے معنی مفلس و نادار کرتے ہیں جب کہ عارف باللہ فقراُ مسکین کے معنی " ساکن مع اللہ " کرتے ہوئے اِس فرمان کے معنی یوں کرتے ہیں :-"الٰہی! مجھے زندگی بھر اپنی معیت میں رکھ،

موت کے وقت بھی اور حشر میں بھی مجھے تیری معیت کا شرف حاصل رہے"۔ پس معلوم ہوا کہ :

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن ملّاں کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور
پرواز ہے دونوں کی اِسی ایک فضا میں کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

لہٰذا آپ کے لئے ضروری ہے کہ عارفوں کی کتب کے مطالعے کے دوران اپنے ذہن کو ہر قسم کے گروہی نظریات وعقائد سے پاک رکھ کر اُن کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔سُلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ تحریر قرآن مجید کے اسلوب سے ملتا جلتا ہے، اگر اُن کی کتب کے اصل فارسی متن کو پڑھا جائے تو ایک عجیب سی لذت وسرور کا احساس ہوتا ہے لیکن اگر اُس کا ترجمہ کیا جائے تو ترجمہ میں وہ رُوح قائم نہیں رکھی جا سکتی جو اصل متن میں موجود ہے۔اُن کی تحریر کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

(1)"این تصنیف نه از علم واردات است و نه از اِبتداء نفی اثبات است ، از ذات است که باذات است ، حیات است که با حیات است ،نجات است که بانجات است ،از قرآن ناسخ آیات است که با آیات از ان درجات است"۔(نُورالہُدیٰ کلاں)

(2)"بدان که در راهِ باطن حجاب پا بسیار و آفات و رنج بیشمار است ،بعضی حجاب از سُکر صحو قبض بسط نُورانی و بعضی حجاب نفسانی و بعضی حجاب از فرشته گانِ مکانی و بعضی حجاب از خَلق ناد انستگی و ناد انی"۔(نُور الہدیٰ کلاں)

(3) ''فقیر نیز چہار قسم است: صاحبِ حیرت حیران، صاحبِ جُرم گریان، صاحبِ عشق جان بُریان و صاحبِ شوقِ قلب ذکرِ وحدت وجد جریان''-(عین الفقر)

(4) ''در طریقت بعضی جذبِ طریقت زدہ دیوانہ شدہ اند، در آبِ دریا غرق شدہ مُردہ اند و بعضی جذبِ طریقت خوردہ خفّہ بہ درخت گرفتہ مُردہ اند وبعضی رو بہ صحرا درآوردہ بی طعام و آب مُردہ اند''- (عین الفقر)

(5) ''فقیری درویشی نہ در گفتگو نہ در خواندن و نوشتن مسئلہ مسائل حکایت قصّہ خوانی، فقر دریافت معرفت و محوشدن در توحیدِ رحمانی وگشتن از خویش فانی وبیزارشُدن از ہواءِ نفسانی و معصیّتِ شیطانی و بستن لب با ادب زبانی، کردن غیر نسیانی و نگہ داشتن جوہرِ ذکر پاس انفاس جسمانی جانی، صاحبِ شریعت دانش وبینش دُرِّکانی، غوطہ خوردن در لاہُوت لا مکانی توبہ کردن از دیدنِ روءِ اہلِ دنیا ظلمانی''- (عین الفقر)

یہ طرزِ تحریر ہو بہو قرآن مجید سے ملتا جلتا ہے- ویسے بھی حضرت سلطان العارفینؒ کی کتابیں اِلہامی ہیں اِس لئے اُن کے کلام کا ترجمہ کرتے ہوئے کوئی لاکھ جتن کر ڈالے، اُس میں موجود لطیف مطالب کو اُجاگر نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ عمیق و دقیق مطلب و مفہوم ترجمہ سے ظاہر کر سکتا ہے جو مصنف کے مدِّنظر ہے-ہو سکتا ہے کوئی اِس ''ناممکن'' کو ''ممکن'' کر دکھائے لیکن مَیں خود کو اِس معاملے میں معذور سمجھتا

ہوں کہ بقول مصنف: " عارف دی گل عارف جانے کیا جانے نفسانی ھُو"۔ سلطان العارفینؒ کے کلام میں ایک اور عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ آپ نے ہمیشہ " ولی اللہ" کو اولیأ اللہ، عالِم کو علماٗ، فقیر کو فقرأ، مرتبہ کو مراتب، درجہ کو درجات اور کلمہ طیب کو کلمہ طیبات لکھا ہے۔ مثلاً:" ہر کرا فقرأ است علمأ است، ہر کرا علمأ است ہماں اوٗلیأ است، ہر کہ اوٗلیأ است پیوستہ باخدا است، علمأ طالبِ علم است و فقرأ طالبِ مولیٰ است"۔(عین الفقر)

اپنی تصانیف میں سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے تمام بحث طالبانِ دنیا، طالبانِ عقبیٰ اور طالبانِ مولیٰ کے معاملات سے کی ہے۔ آپ کی نگاہ میں عوام طالبانِ دُنیا ہیں، خواص یعنی علماٗ، عابد، زاہد اور متقی پرہیز گار طالبانِ عقبیٰ ہیں اور خاص الخاص یعنی انبیا و اولیائے اللہ فقرأ طالبانِ مولیٰ ہیں۔ آپ نے اپنی تصانیف میں جہاں بھی انبیائے کرام کا ذکر کیا ہے اُنہیں بطور طالبِ مولیٰ معلم پیش کیا ہے۔ آپ نے اُن کے مراتبِ نبوت سے بحث نہیں کی بلکہ ہمیشہ اُن کے مراتبِ طالبِ مولیٰ اور مراتب ولایت سے بحث کی ہے۔ مثال کے طور پر آپ رقم طراز ہیں:" یہ فقیر باھُو کہتا ہے کہ فقیر چار قسم کے ہوتے ہیں: (1) ایک وہ کہ جن کا ظاہر پریشان مگر باطن آراستہ ہوتا ہے جیسے کہ خضر علیہ السلام۔ (2) دوسرے وہ کہ جن کا ظاہر آراستہ مگر باطن پریشان جیسے کہ مُوسیٰ علیہ السلام۔ (3) تیسرے وہ کہ جن کا ظاہر بھی آراستہ اور باطن بھی آراستہ جیسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (4) چوتھے وہ کہ جن کا ظاہر بھی پریشان اور باطن بھی پریشان جیسے بلعم باعور"۔ (عین الفقر)

اِس کی وجہ یہ ہے کہ تمام انبیأ اور رسول بنیادی طور پر طالبانِ مولیٰ ہیں جو

مرتبۂ ولایت ہے اور اِس کے بعد نبی یا رسول ہیں کیونکہ ازل کے دن اللہ تعالیٰ کے رُوبرو کچھ لوگ دنیا کی طرف متوجہ ہو کر طالبِ دنیا بنے، کچھ نعمائے عقبیٰ کی طرف متوجہ ہو کر طالبِ عقبیٰ بنے اور کچھ لوگوں نے نہ تو دُنیا کی طرف توجہ کی اور نہ ہی عقبیٰ کی طرف دھیان دیا بلکہ دیدارِ حق تعالیٰ میں محو رہ کر طالبِ مولیٰ بنے رہے۔ اُنہی میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کی ذمہ داری سونپی اور اُنھیں نبی ورسول بنایا اور بعض کو تلقین وارشاد کی ذمہ داری سونپی اور اُنھیں مرشد بنایا۔ انبیاٗ واولیائے اللہ فقرأ کی ذمہ داریوں میں فرق یہ ہے کہ انبیائے کرام کو تمام اُمتیوں کی تعلیم وتربیت اور راہنمائی کا فریضہ سونپا گیا ہے یعنی اُن کے ذمے طالبانِ دنیا، طالبانِ عقبیٰ اور طالبانِ مولیٰ کے تمام گروہوں کی راہنمائی تھی اِس لئے وہ ظاہری تعلیم بھی دیتے رہے اور باطنی تعلیم بھی دیتے رہے لیکن انبیائے کرام کے بعد اُن کی تعلیم وتربیت کا ظاہری شعبہ یعنی علمِ شریعت کی تعلیم وتربیت علمأ کے ذمہ کی گئی اور باطنی شعبہ یعنی علمِ طریقت وحقیقت و معرفت کی تلقین وتعلیم کو اولیائے اللہ فقرأ کے حوالے کیا گیا۔ گویا اولیائے اللہ فقرأ کے پاس طالبانِ مولیٰ کی تعلیم وتربیّت کی ذمہ داری ہے۔

لوگوں کی تعلیم وتربیت کے دوران انبیائے کرام کا طریقۂ کار یہ رہا ہے کہ وہ جب طالبانِ دنیا کو شریعت کے مطابق دنیوی امور کی تعلیم فرماتے تھے تو اُنہی کی سطح پر آ کر عملی سبق فرمایا کرتے تھے ایسے موقع پر وہ عام پاکباز آدمی کی طرح نظر آتے ہیں اور عوام سمجھتے ہیں کہ وہ ہم جیسے ہیں اور ہم ہی میں سے ہیں، اگر وہ اِس طرح پاکیزہ زندگی گزار سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں گزار سکتے؟ اِس لئے عام لوگ خوشی خوشی اُن کی پیروی کرنے لگتے ہیں اور جب وہ طالبانِ عقبیٰ کو شریعت کے مطابق اُخروی امور کی

عملی تعلیم دیتے ہوئے اُنہی کی سطح پر ایک عابد زاہد متقی اور پرہیز گار آدمی نظر آتے ہیں تو طالبانِ عقبیٰ اُنہیں خود میں سے اور خود جیسا سمجھتے ہیں اور زہد و ریاضت میں اُن جیسے اعمال کرنے میں دقت محسوس نہیں کرتے اور اُن کی پیروی میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اِسی طرح جب وہ طالبانِ مولیٰ کو شریعت کے مطابق قربِ الٰہی کی تعلیم دیتے ہیں تو طالبِ مولیٰ کی استعداد اور مرتبے کے مطابق اُسی کی سطح پر آ کر عملی اسباق دیتے ہیں جس سے طالبِ مولیٰ اُنہیں خود جیسا طالبِ مولیٰ سمجھنے لگتا ہے اور اُسے اُن کی پیروی کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی اور وہ خوشی خوشی اُن کی پیروی کرتے ہوئے قربِ الٰہی کے مراتب طے کرتا ہے۔ انبیائے کرام کی عملی تعلیم و تربیت کا وہ حصہ جو طالبانِ مولیٰ سے متعلق ہے وہ نہ تو طالبانِ دنیا کی سمجھ میں آتا ہے اور نہ علمائے ظاہر اور طالبانِ عقبیٰ کی سمجھ میں آتا ہے اِس لئے کلامِ الٰہیہ میں جب طالبانِ مولیٰ کے اسباق آتے ہیں تو غیر طالبِ مولیٰ حضرات اُن کے مفہوم و معانی کو سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں اور بعض اوقات اُن کی شرح میں واضح غلطیاں کر جاتے ہیں مثلاً طالبانِ مولیٰ کو عملی سبق دیتے ہوئے جب موسیٰ علیہ السلام اللہ سے التجا کرتے ہیں :-"اِلٰہی مجھے اپنا دیدار کرا دے" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-"اے مُوسیٰ! تُو میرا دیدار نہیں کر سکتا"۔ موسیٰ علیہ السلام تکرار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تجلی فرماتا ہے، موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو جاتے ہیں اور ہوش میں آنے کے بعد معافی مانگتے ہیں تو اِس واقعہ کو پڑھ کر غیر طالبِ مولیٰ آدمی ہمیشہ یہی نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہی نہیں۔ یہ قیاس آرائی اتنی خطرناک ہے کہ اِس کے نتیجے میں آدمی کے دل سے طلبِ الٰہی ہی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ جب دیدارِ الٰہی ہی ناممکن تصور کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی تلاش میں

نکلے گا کون؟ اگر دنیا میں دیدارِ الٰہی ممکن نہ ہوتا تو قرآن مجید میں وارد نہ ہوتا:-"وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى" ترجمہ:-"جو یہاں دُنیا میں (دیدارِ الٰہی سے) اندھا رہا وہ آخرت میں بھی (دیدارِ الٰہی سے) اندھا رہے گا"-اور ہمارے دین میں کلمہ شہادت " اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ" نہ ہوتا کیونکہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسُول ہونے کی شہادت ہے اور شہادت مشاہدے کے بغیر جھوٹی قرار پاتی ہے-اگر اللہ تعالیٰ کی دید ہی ممکن نہیں تو شہادت کیسی؟

یاد رکھیں کہ یہ معاملہ طالبانِ مولیٰ کی تعلیم کا سبق ہے جسے صرف طالبانِ مولیٰ ہی سمجھ سکتے ہیں-اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ نبی ہمیشہ حق الیقین کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے جو عین الیقین کے مرتبے سے بہر حال افضل و اعلیٰ مرتبہ ہے-عین الیقین دیدار و مشاہدے کا مرتبہ ہے جبکہ حق الیقین تحقیق حق کا مرتبہ ہے جو عین الیقین کے مرتبے سے افضل ہے-سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام حق الیقین کے مرتبے پر فائز ہیں تو اُنھوں نے عین الیقین کے کمتر مرتبے کا سوال کیا ہی کیوں؟ اور اگر اُنھوں نے یہ سوال کر ہی دیا تو اللہ تعالیٰ نے اِسے ناممکن کیوں کہا؟ دراصل معاملہ یہ ہے کہ خلق کے تینوں طبقات ناسوت ،ملکوت اور جبروت بندے اور خدا کے درمیان حجاب ہیں-اِن حجابات کے ہوتے ہوئے دیدارِ الٰہی ممکن نہیں- طالب اللہ جب باطن میں سیر اِلی اللہ کرتا ہوا قربِ الٰہی کی طرف بڑھتا ہے تو خلق کے آخری مقام سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر دیکھتا ہے کہ وہ صفاتِ الٰہی کا تمام مشاہدہ کر چکا ہے،اب ذاتِ الٰہی کا مشاہدہ باقی رہ گیا ہے تو وہ عجلت میں آ کر پکار اُٹھتا

ہے :۔"اِلٰہی مجھے اپنا دیدار بخش کہ مَیں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں"۔ دیدارِ الٰہی چونکہ مقامِ خلق میں ہو نہیں سکتا کہ یہ شرف مقامِ خلق سے آگے مقامِ لاھُوت میں پہنچ کر حاصل ہوتا ہے اِس لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے " لَنْ تَرَانِی " یعنی تُو مجھے نہیں دیکھ سکتا کا جواب آتا ہے لیکن طالب تکرار پر اُتر آتا ہے اِس لئے موسیٰ علیہ السلام بطورِ معلّم اُسے عملی سبق دیتے ہوئے سمجھا رہے ہیں کہ یہ مقام دیدارِ الٰہی کا نہیں ہے اِس لئے یہاں دیدارِ الٰہی کا تقاضا نہ کر، اگر کرے گا تو اِس کا نتیجہ تیری طلب کے مطابق نہ ہوگا۔ میری طرف دیکھ مَیں تجھے اِس کا عملی نتیجہ دکھاتا ہوں چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ملتجی ہو کر دیدارِ الٰہی کا تقاضا کرتے ہیں اور اُس کے نتائج طالبانِ مولیٰ کو دکھاتے ہیں تا کہ طالبانِ مولیٰ اِس مقام پر دیدِ انوارِ ذات کا تقاضا نہ کریں۔

اِسی طرح ابراہیم علیہ السلام طالبانِ مولیٰ کو باطن میں پیش آنے والے اُن انوار و تجلیات کی نوعیت کے بارے میں عملی طور پر بتاتے ہیں جو طالب اللہ کو راہِ سلوک میں مختلف مقامات پر پیش آتے ہیں اور ہر بار طالب اللہ اُنھیں انوارِ ذاتِ الٰہی سمجھ کر پکار اُٹھتا ہے :۔"اَب مَیں نے اپنے ربّ کو پا لیا ہے"۔ قرآن مجید نے طالبانِ مولیٰ کے اِس سبق کو یُوں بیان فرمایا ہے :۔"جب رات چھا گئی تو ابراہیم نے ایک تارا دیکھا تو بولے: یہ میرا ربّ ہے، پھر جب وہ ڈوب گیا تو بولے ڈوبنے والے مجھے پسند نہیں، پھر جب چاند چمکتا ہوا دیکھا تو بولے: یہ میرا ربّ ہے، پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو بولے: اگر میرا ربّ مجھے ہدایت نہ کرتا تو مَیں بھی گمراہوں میں سے ہو جاتا، پھر جب سورج کو جگمگاتے دیکھا تو بولے: یہ میرا ربّ ہے، یہ تو اُن سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا! اے میری قوم! مَیں بیزار ہوں اُن چیزوں سے جنھیں تم شریک

ٹھہراتے ہوئے میں نے اپنا رُخ اُس ذات کی طرف کر لیا جس نے زمین و آسمان بنائے ،اُسی ایک کا ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں"۔یہ آیات بھی طالب اللہ کے باطنی مشاہدے کی روئیداد ہے کہ طالب اللہ جب باطن میں منازلِ سلوک طے کرتا ہوا مختلف مقامات و منازل سے گزرتا ہے تو وہ کئی طرح کی تجلیات کو دیکھتا ہے۔مقامِ ناسوت میں جب طالب اللہ پر تجلیٔ نفس وارد ہوتی ہے تو اُسے اعمالِ صالحہ کے انوار ستارے کی مانند نظر آتے ہیں جنھیں وہ ذاتِ الٰہی کے انوار سمجھ کر پکار اُٹھتا ہے:۔"ھٰذَا رَبِّیْ" (یہی میرا ربّ ہے) لیکن کچھ عرصہ بعد جب وہ ترقی کر کے اِس مقام سے آگے بڑھتا ہے تو انوارِ اعمال و افعال کی تجلی معدوم ہو جاتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ یہ معدوم ہونے والے انوار ذاتِ الٰہی کے نہ تھے۔اِس کے بعد جب وہ مقامِ ملکوت پر پہنچ کر تجلیٔ قلب کو پاتا ہے تو اُسے اسمائے الٰہی کے انوار چاند کی صورت میں چمکتے نظر آتے ہیں اور وہ پھر پکار اٹھتا ہے:۔"ھٰذَا رَبِّیْ" (یہی میرا ربّ ہے) اور جب وہ مزید ترقی کر کے آگے بڑھتا ہے تو یہ تجلی بھی معدوم ہو جاتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ یہ معدوم ہونے والی تجلی بھی ذاتِ الٰہی کی نہ تھی اور جب وہ عالمِ جبروت میں پہنچتا ہے تو اُس پر تجلیٔ روح وارد ہوتی ہے اور صفاتِ الٰہی کے انوار اُسے سورج کی طرح روشن نظر آتے ہیں جنہیں دیکھ کر وہ پھر پکار اٹھتا ہے:۔ "ھٰذَا رَبِّیْ" (یہی میرا ربّ ہے) لیکن جب وہ مزید آگے بڑھتا ہے تو یہ انوار بھی معدوم ہو جاتے ہیں اور وہ جان لیتا ہے کہ یہ انوار بھی ذاتِ الٰہی کے نہ تھے اِس لئے وہ پکار اُٹھتا ہے کہ میں اِن ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔اِس کے بعد جب وہ عالمِ لاھُوت میں پہنچتا ہے تو اُسے ذاتِ الٰہی کے انوار نظر آتے ہیں جو نہ تو زائل ہوتے ہیں اور نہ ہی معدوم ہوتے ہیں اور وہ

تحقیق کر لیتا ہے کہ یہ تجلیات ذاتِ الٰہی کے انوار کی ہیں۔اِس واقعہ کی غرض و غایت بھی یہی ہے کہ طالبِ مولیٰ کو راہِ معرفت میں پیش آنے والے باطنی خطرات سے باخبر کر دیا جائے تا کہ وہ باطن میں راستے کی کسی منزل پر رک کر مطمئن نہ ہو جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے :-"اَلسُّکُوْنُ حَرَامٌ عَلٰی قُلُوْبِ الْاَوْلِیَآءِ" ترجمہ :-" کسی ایک مقام پر مطمئن ہو کر رک جانا اولیائے اللہ کے دلوں پر حرام ہے"۔ قرآن مجید میں جہاں بھی انبیائے کرام طالبانِ مولیٰ کو باطنی سلک سلوک کے عملی اسباق دیتے ہوئے دکھائے گئے ہیں اُن کو سمجھنے میں علمائے ظاہر سے ہمیشہ سہو ہوا ہے کیونکہ اُنھوں نے انبیائے کرام کے مرتبۂ طالبِ مولیٰ کو نظر انداز کر کے صرف اُن کے مرتبۂ نبوت کو مدِّ نظر رکھا ہے۔ حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف میں جہاں بھی کسی نبی کا نام آیا ہے وہاں اُن کی ذات یا اُن کا مرتبۂ نبوت مراد نہیں ہے بلکہ طالبانِ مولیٰ کا وہ مرتبہ مراد ہے جس پر وہ کسی طالبِ مولیٰ کا کردار ادا کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں، اگر آپؒ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے وقت یہ نکتہ مدِّ نظر رہے تو کوئی اُلجھن پیدا نہیں ہوتی۔

اب سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے چند باتیں بطورِ نمونہ پیش کر کے اُن کی وضاحت کی جاتی ہے تا کہ قارئین کرام کی اُلجھنیں دُور ہو سکیں۔

(1) آپ نے اپنی کتاب عین الفقر کلاں میں شیخ محی الدین شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یوں رقم فرمایا ہے :-"مَنْ اَرَادَ الْعِبَادَۃَ بَعْدَ حُصُوْلِ الْوَصُوْلِ فَقَدْ کَفَرَ وَاَشْرَکَ بِاللّٰہِ تَعَالٰی" - ترجمہ :-"جس نے حصول الوصول کے بعد عبادت کا ارادہ بھی کیا تو بے شک اُس نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک

کیا۔" اب اِس تحریر کو جب کوئی نورِ باطن سے محروم آدمی پڑھے گا تو وہ ضرور سوچے گا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر تو کسی کو وصالِ الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا، اُنھوں نے تو کبھی عبادت ترک نہیں کی، نہ کسی اور نبی نے عبادت کو ترک کیا اور نہ کسی صحابی نے ایسا کیا تو اُن کے بعد یہ کب روا ہوسکتا ہے؟ لیکن طالبِ مولیٰ خوب جان لیتا ہے کہ حضور غوث پاک کا یہ فرمان اِنسان کے باطن سے متعلق ہے کہ اِنسان جب باطن میں مشاہدۂ انوارِ ذات میں غرق ہوتا ہے تو اِستغراق کی اِس حالت میں اُس پر حالتِ سکر وارد ہوتی ہے اور اِنسان ظاہری عبادت کرنے سے قاصر ہوتا ہے اِس لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حالتِ سکر میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔ ویسے اِس کا اطلاق اِنسان کے ظاہر پر ہرگز نہیں ہوتا کیونکہ اِنسان کا ظاہری وجود دُنیا میں جب تک بیدار حواس کے ساتھ قائم رہتا ہے اُس پر شریعت کے احکام ہر حال میں لاگو رہتے ہیں۔ باطن میں خواہ کوئی کتنے ہی بڑے مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو اگر وہ ظاہر میں باہوش ہے تو شریعت سے ذرہ بھر بھی انحراف نہیں کرسکتا ہے ورنہ اُس کا باطنی مرتبہ سلب ہو جاتا ہے۔ جب اِنسان کا باطن بیدار ہو کر کامل ہو جاتا ہے تو وہ ہر وقت حضوریٔ مولیٰ میں حاضر رہ کر دیدارِ الٰہی میں مستغرق رہتا ہے لیکن اُس کا ظاہری وجود عوام میں گھل مل کر اپنے فرائض انجام دیتا رہتا ہے اور وہ احکامِ شریعت کا مکلف رہتا ہے جیسے کہ ایک سونے والے آدمی کا ظاہری جسم بظاہر آرام کر رہا ہوتا ہے لیکن اُس کا باطن خواب کی حالت میں بھی محوِ کار رہتا ہے۔ باطن میں جب اِنسان کامل ہو کر واصل باللہ بقا باللہ ہو جاتا ہے تو اُس کی عبادت صرف دیدارِ الٰہی ہوتی ہے، اِس سے کم درجے کے متعلق اُس کا سوچنا ہی باطن میں اُس کا کفر و شرک ہوتا ہے البتہ اُس میں یہ صلاحیت

بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے کہ جتنا اُس کا باطن ہوشیار ہوتا ہے اُتنا ہی اُس کا ظاہر بھی ہوشیار ہوتا ہے اور وہ اعمالِ شریعت کی مکمل پابندی کرتا رہتا ہے۔

(2) عین الفقر ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک فرمان اِن الفاظ میں درج ہے :-" **لاَ دِیْنَ لِمَنْ لَاشَیْخَ لَهٗ** "۔ ترجمہ :-"اُس کا دین ہی نہیں جس کا مرشد نہیں"۔یہ حدیث مبارک بھی بظاہر بہت چونکا دینے والی ہے کہ آدمی سوچ سکتا ہے کہ مَیں پکا مسلمان ہوں، مجھے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے، مَیں احکامِ شرع کا بھی پابند ہوں اور اعمالِ صالحہ میں بھی کوشش کرتا ہوں لیکن اگر مَیں نے ابھی تک مرشد کا وسیلہ نہیں پکڑا تو کیا مَیں بے دین ہوں؟ اِس طرح کی سوچ سے اکثر حضرات اِس حدیث کو ماننے سے انکار کر دیں گے کیونکہ دین کے مروجہ معنی اعمالِ شریعت تک محدود ہیں لیکن عارف باللہ فقراُ کی نظر میں دین کے معنی اِس سے اگلی منزل "قربِ الٰہی اور مشاہدۂ انوارِ ذات" ہے، اُن کی نظر میں اِس حدیث کا ترجمہ یوں ہے :-"جس کا مرشد نہیں وہ قربِ الٰہی اور مشاہدۂ انوارِ ذات کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتا"۔

(3) عین الفقر ہی میں سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر یوں درج ہے :-"جب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اِس مقام پر پہنچے تو فرمایا:-" **سُبْحَانَکَ مَا عَبَدْ نَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَمَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ** "۔ ترجمہ :-"الٰہی! تیری ذات پاک ہے۔ مَیں تیری عبادت اِس طرح نہیں کر سکا جس طرح کہ تیری عبادت کا حق ہے اور تیری معرفت اِس طرح حاصل نہیں کر سکا جس طرح کہ تیری معرفت کا حق ہے"۔ پس معلوم ہوا کہ یہ مقام بھی خام

ہے۔اِس سے آگے بڑھ کے مقامِ لاتخف پر پہنچنا چاہیے جس کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے :۔
" خبردار! اولیائے اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم"۔

اِس تحریر میں بھی باطن کے ایک مرتبے کے متعلق بتایا گیا ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام طالب اللہ کو اُس مرتبے کے آداب سکھا رہے ہیں کہ زہد و ریاضت کے دوران اکثر اوقات طالب اللہ کا نفس اُس کو زک پہنچانے کی خاطر اُس کے دل میں یہ احساس اُبھارتا ہے کہ تیرے جیسی عبادت و ریاضت اور کسی نے نہ کی ہوگی ۔اِس عبادت و ریاضت سے بارگاہِ الٰہی میں تیری بڑی قدر و منزلت ہوگی۔ جونہی یہ احساس طالب کے دل میں اُبھرتا ہے اُس کی عبادت و ریاضت ضائع و برباد ہو جاتی ہے اور اللہ پاک کے دفاتر میں اُس کی ساری عبادت و ریاضت کو ریاکاری قرار دے کر رد کر دیا جاتا ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام طالب اللہ کو اِس التجا کے ذریعے یہ سبق دے رہے ہیں کہ اللہ پاک کو تیری اِس عبادت و ریاضت کی کوئی ضرورت نہیں۔وہ پاک ذات ہے اور تیری عبادت و ریاضت سے بے نیاز ہے۔تُو اِس کا گھمنڈ نہ کر بلکہ اللہ پاک کی بارگاہ میں عاجزی اختیار کر کے اپنی عبادت و ریاضت کو ناکافی سمجھ اور عرض کر کہ الٰہی ! میری یہ ساری تگ و دو تیری بارگاہ کے لائق نہیں ہے تاکہ تیرا نفس ذلیل ہو۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اِس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے طالب کو سمجھا رہے ہیں کہ عبادت و ریاضت کے جس مرتبے پر تُو کھڑا ہے وہ ایک خام و ناقص مرتبہ ہے۔ یہاں تُو ہر وقت نفس و شیطان کی زد پہ کھڑا ہے، ہمت کر اور آگے بڑھ کر مقامِ لَا تَخَفْ تک پہنچ جا تاکہ تُو نفس و شیطان کے شر سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے۔یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک معلم کی حیثیت سے اپنے ذاتی مرتبے سے نیچے آکر ایک خام

طالب اللہ کی سطح پر اُسے اُس کے مرتبے کے مطابق عملی سبق دے رہے ہیں نہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنی خاطر آزردہ ہو رہے ہیں۔ یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک خالص طالبِ مولیٰ کے کردار میں نظر آتے ہیں۔

(۴) عین الفقر میں ایک اور مقام پر یہ الفاظ درج ہیں:۔ "تجلی ہوئی کوہِ طور ریزہ ریزہ ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام گر کر بے ہوش ہو گئے اور تین روز دن رات بیہوش رہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اے موسیٰ! مَیں نے نہیں کہا تھا کہ آپ برداشت نہ کر سکیں گے؟ اس کے بعد فرمان ہوا کہ اے موسیٰ! آپ پر انوارِ تجلی پڑے اور آپ بے ہوش ہو گئے لیکن میرے وہ بندے بھی ہیں جو آخری زمانہ میں اُمتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوں گے۔ مَیں ہر روز اُن کے دلوں پر ہزار بار ایسے انورِ تجلی برساؤں گا لیکن وہ ذرّہ بھر تجاوز نہیں کریں گے بلکہ مزید تجلیات کا تقاضا کرتے ہوئے کہیں گے:۔" اِشْتِيَاقِىْ وَ مُحَبَّتِىْ اِلَى الْحَبِيْبِ" (میرا اشتیاق اور میری محبت اپنے حبیب کے لئے جنون کی تو ں ہے)"۔

اِس عبارت کو پڑھ کر بظاہر یوں لگتا ہے کویا موسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ اُمتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اولیائے اللہ فقرا سے کمتر ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے وجود میں دیدارِ الٰہی کرنے کی صلاحیت اُن کی نسبت کم ہے لیکن یاد رہے کہ تمام بنی نوعِ انسان میں انبیائے کرام کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ کسی بھی اُمت کا کوئی ولی اللہ کسی بھی نبی کے مرتبے کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں اِس تحریر میں بھی موازنہ طالبانِ مولیٰ کے مراتب کا ہو رہا ہے نہ کہ ایک نبی کا موازنہ کسی ولی اللہ سے۔

یہاں موسیٰ علیہ السلام کا نام آپ کی اُمت کے طالبانِ مولیٰ کی نمائندگی کرتے ہوئے سمبل (Symbol) کے طور پر استعمال ہوا ہے- یہ تذکرہ طالبِ مولیٰ کے اُس باطنی مرتبے کا ہے جہاں طالبِ مولیٰ دیدارِ الٰہی کی خواہش کرتا ہے- اُس کے لئے وہ اللہ تعالیٰ سے تقاضا شروع کرتا ہے لیکن اُس مرتبے پر دیدارِ الٰہی ممکن نہیں- اللہ پاک ایسے طالب کو سمجھاتا ہے کہ تمھارے اِس مرتبے سے وہ مرتبہ بہت آگے ہے جہاں مَیں ہر روز اپنے طالبوں پر ہزار مرتبہ اپنے انورِ ذات کی تجلیات کرتا ہوں اور ایسے حوصلہ مند طالب اُمتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بکثرت پائے جاتے ہیں-

(5) عین الفقر میں اِسی موضوع کو مزید آگے بڑھا کر حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہیں:- "اُس تجلیٔ عشق کے انوار موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر چمک اُٹھے جن سے آگاہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- "اے موسیٰ! اپنے چہرے پر نقاب ڈال لو"- موسیٰ علیہ السلام نے اپنے چہرے پر برقع ڈالا تو وہ جل کر راکھ ہوگیا- آپ برقعے پر برقع ڈالتے چلے گئے لیکن ہر برقع جلتا گیا حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام نے سونے، چاندی، لوہے، پیتل اور تانبے کے برقعے بھی پہنے لیکن وہ سب جلتے گئے- اِس پر فرمانِ الٰہی ہوا:- "اے موسیٰ! اگر تم ہزار برقع بھی پہن لو تو وہ جلنے سے ہرگز نہ بچیں گے لیکن اگر تم کسی گدڑی پوش عارف باللہ فقیر فنا فی اللہ کی گدڑی کا کوئی چیتھڑا لے کر اُس کا برقع چہرے پر ڈال لو تو وہ نہ جلے گا"- پس موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا- ایک گدڑی پوش فقیر کے لباس کا ایک ٹکڑا لے کر اُس کا نقاب چہرے پر ڈالا تو وہ نہ جلا- موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:- "اِلٰہی یہ برقع کیوں نہ

جلا؟'' فرمان ہوا:۔ ''اے موسیٰ! یہ اُس درویش کی گدڑی کا ٹکڑا ہے جس کے وجود میں توحیدِ الٰہی کے سوا اور کچھ نہیں، یہ وہ باخدا فقیر ہے جو ذکر اللہ کے ذریعے خود کو تجلیٔ سِرّ میں فنا کیے ہوئے ہے''۔

اِس عبارت کو پڑھ کر بھی اِنسان سوچ سکتا ہے کہ آخر وہ درویش کون تھا جس کی گدڑی کا ٹکڑا لے کر موسیٰ علیہ السلام نے برقع بنایا۔ کیا اُس درویش کا مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے مرتبے سے زیادہ تھا؟ یہاں بھی بات طالبِ مولیٰ کے ایک مرتبے کی ہے جس پر موسیٰ علیہ اُس کے استاد اور معلم کی حیثیت سے اُس کی عملی تربیت فرماتے ہوئے خود ایک طالبِ مولیٰ نظر آتے ہیں۔ یہاں موسیٰ علیہ السلام سے مراد اُن کی ذات یا اُن کا مرتبۂ نبوت نہیں ہے بلکہ وہ طالبِ مولیٰ مراد ہے جو اُس مرتبے پر فائز ہے۔

ایک لطیفہ ہے کہ ایک بچے کو اُس کے والدین نے سکول میں داخل کرایا۔ جب بچے کو سکول میں پڑھتے ہوئے دو ماہ ہو گئے تو ایک دن اُس کے والد نے اُس سے پوچھا: بیٹا تمھارا استاد کیسا ہے؟ اچھا پڑھاتا ہے؟ تو بچے نے ناگواری سے جواب دیا؟ ''ہونہہ! اُسے تو کچھ آتا ہی نہیں۔ وہ تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ چھ دونی کتنے ہوتے ہیں؟ اور مَیں اُسے بتاتا ہوں کہ چھ دونی بارہ ہوتے ہیں۔ قاعدے پر اُنگلی رکھ کر پوچھتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ اور مَیں اُسے بتاتا ہوں کہ یہ الف آم ہے۔ یہاں چونکہ بچے کو استاد کے مرتبے اور اُس کی ذمہ داری کی سوجھ بوجھ نہیں تھی اِس لئے وہ اُس کے مرتبے کو نظر انداز کر کے ایک غلط نتیجہ اخذ کر بیٹھا۔ اِسی طرح جب ہم انبیائے کرام کے مراتبِ مرشدی و معلمی کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اُن کی ذات کو مدِّ نظر رکھ کر اُن کی تعلیمات کو پڑھتے ہیں تو ہمیشہ غلط نتائج اخذ کر کے کہہ دیتے ہیں:۔ ''اگر نبی علمِ غیب

جانتے ہوتے تو ایسا کیوں ہوا؟ اگر نبی یہ کام کر سکتے تو ایسا کیوں ہوا؟ اِس طرح کی قیاس آرائیاں کر کے ہم ہدایت کی راہ سے بہت دُور نکل جاتے ہیں۔

یہاں بھی موسیٰ علیہ السلام طالبانِ مولیٰ کے دو مختلف مراتب کا اظہار فرما رہے ہیں کہ ایک مرتبے پر تو طالب دیدارِ الٰہی کرنے سے قاصر رہتا ہے اور دوسرے مرتبے پر طالب کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اُس کا لباس بھی تجلیاتِ ذاتِ الٰہی کو برداشت کر کے جذب کرتا ہے۔ اِس سے ملتا جلتا ایک واقعہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا پیرہن مبارک جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی نابینا آنکھوں پر لگایا گیا تو اُن کی آنکھوں کی بینائی بحال ہو گئی حالانکہ یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے والد بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی بھی ہیں۔ کیا اُن کے اپنے پیرہن میں وہ برکت نہ تھی جو اُن کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن میں تھی؟ یقیناً تھی لیکن یہ واقعہ بھی طالبانِ مولیٰ کی تربیت کا ایک سبق ہے۔ جب ایک مرشد کامل کسی طالبِ مولیٰ کو قرآن پڑھاتا ہے تو اُس میں پنہاں اسباق سے اُس کی باطنی تربیت بھی کرتا ہے لیکن ظاہر بین حضرات کے لئے یہ محض ایک قصہ ہے جس سے فقط اخلاقیات کا سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں ایسے واقعات آپ کو بکثرت نظر آئیں گے جن میں مختلف انبیا کا مقابلہ اُمتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عارف باللہ فقرا سے کیا گیا ہے اور اُن سب واقعات میں انبیائے کرام کے ناموں سے مراد اُن کی ذات اور مرتبۂ نبوت نہیں ہے بلکہ اُس سے مراد طالب اللہ کا وہ مرتبۂ طلبِ مولیٰ ہے جس کا سبق انبیائے کرام عملی طور پر دیتے نظر آتے ہیں۔ آپ

نے اپنی تمام تصانیف میں انبیائے کرام کے مراتب کو طالبانِ مولیٰ معلّم کے مراتب کے طور پر پیش کیا ہے نہ کہ انبیائے کرام کے ذاتی مراتب کے طور پر۔

(6) حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی کئی کتابوں میں دو احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نقل کی گئی ہیں جن کو پڑھ کر انسان کا ذہن اُلٹ جاتا ہے لیکن اِن احادیث کو بھی اگر مندرجہ بالا تناظر میں دیکھا جائے تو اُلجھن دُور ہو جاتی ہے۔وہ احادیث یہ ہیں۔(1) "اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ"۔ یعنی میری اُمت کے علما بنی اِسرائیل کے انبیا جیسے ہیں۔(2) "اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ اَفْضَلُ مِنْ اَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ"۔ یعنی میری اُمت کے علما انبیائے بنی اِسرائیل سے افضل ہیں۔اِن میں سے پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن مراتبِ باطن کی تعلیم طالبانِ مولیٰ کو بنی اسرائیل کے انبیا عملی طور پر دیتے رہے ہیں وہی تعلیم اب اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمائے ربانی کے ذمہ ہے اور دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ طالبانِ مولیٰ کو جن مراتبِ باطن تک پہنچانے کی ذمہ داری انبیائے بنی اسرائیل کی تھی اُن سے آگے کے مراتبِ باطن تک پہنچانے کی ذمہ داری اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمائے ربانی کی ہے ورنہ جہاں تک انبیائے بنی اسرائیل کے ذاتی مراتب کا تعلق ہے تو وہ ہر اُمت کے اولیائے اللہ کے مراتب سے بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہیں اُن تک کوئی ولی اللہ نہیں پہنچ سکتا۔

(7) حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یوں رقم فرمائی ہے:۔" اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ "۔ ترجمہ:۔"ولایت افضل ہے نبوت سے"۔

اِس حدیث کا مطلب بھی یہ ہے کہ اگر کوئی نبی پہلے سے طالبِ مولیٰ ولی اللہ نہ ہوتا تو وہ نبی بھی نہ ہوتا کیونکہ انبیاً کا اِنتخاب طالبانِ مولیٰ اولیا ئے اللہ ہی سے ہوا ہے۔ اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ولی اللہ نبی اللہ سے افضل ہوتا ہے جیسا کہ ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ولایت نبوت کی جڑ ہے۔ نبوت درخت ہے اور ولایت اُس کی جڑ ہے اور ظاہر ہے کہ جڑ کو درخت پر فوقیت حاصل ہے۔

(8) سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں آپ کو جابجا ایسی تحریریں نظر آ ئیں گی جن میں قادری طریقے کو دوسرے تمام طریقوں سے برتر قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً:۔ (۱) "دوسرے تمام طریقوں کی انتہا قادری طریقے کی ابتدا کو بھی نہیں پہنچ سکتی"۔ (کلید التوحید کلان) (۲) " اگر تُو صاحبِ عقل ہے تو ہوشیار ہو جا اور کان کھول کر سن لے کہ قادری طریقہ ننگی تلوار کی مثل ہے اگر کوئی حضرت پیر دستگیر محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے طالب مرید سے دشمنی کا دم بھرے گا تو یہ تلوار اُس کا سرتن سے جدا کر دے گی۔ دوسرے ہر طریقے والا خرقہ پوش ہے لیکن قادری طریقے والا معرفت وتوحیدِ الٰہی کا دریا نوش ہے۔ دوسرے ہر طریقے میں سجادگی ہے لیکن قادری طریقے میں فنافی اللہ ذات ہو کر نفس سے آزادگی ہے۔ دوسرے ہر طریقے میں قائم مقام ہے لیکن قادری طریقے میں ہدایت ومعرفت وفقر تمام ہے۔ دوسرے ہر طریقے میں جُبہّ و دستار ہے لیکن قادری طریقے میں مشاہدۂ جمائیتِ حضور اور شرفِ دیدار ہے۔ دوسرے ہر طریقے میں وردِ تسبیح ہے لیکن قادری طریقے میں استغراقِ وحدت اور نفس ذبیح ہے۔ دوسرے ہر طریقے میں تقلید ہے لیکن

قادری طریقے میں توجہ یعین نمائے توحید ہے"۔ (نُور الہدیٰ کلاں)

(۳)"جان لے کہ طریقہ قادری بادشاہ ہے اور دوسرے تمام طریقے اُس کی رعیت اور فرمانبردار غلام ہیں...... دوسرے تمام طریقوں میں ریاضت کشی کی آفات ہیں لیکن قادری طریقے میں پہلے روز تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے استغراقِ فنافی اللہ اور دیدارِ ذات ہے۔ قادری طریقہ آفتاب ہے اور دوسرے طریقے چراغ ہیں...... طالب مرید قادری نر شیر کی مثل ہے، وہ ہرگز روباہی اختیار نہیں کرتا۔ طالب مرید قادری بلند پرواز شہباز ہے وہ کبھی چیل کا ہم نشین نہیں ہوتا"۔ (نُور الہدیٰ کلاں)

ایسی تحریریں عام آدمی کو بلا کر رکھ دیتی ہیں اور اُسے بغض وعناد کا شکار بنا دیتی ہیں لیکن حقیقت میں یہ اُن طالبانِ مولیٰ کے لئے راہنما معلومات ہیں جن کے مدِ نظر " اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس" کی منزل ہے کہ ولایت کا دارومدار معرفتِ الٰہی کے کمال پر ہے اور معرفتِ الٰہی دو قسم کی ہے۔ ایک معرفتِ صفاتِ الٰہی اور دوسری معرفتِ ذاتِ الٰہی۔ معرفتِ صفات دونوں جہان میں بشری جسم کا حصہ ہے اور اُس کا مقام خلق ہے۔ عالمِ خلق ناسوت سے لے کر جبروت تک پھیلا ہوا ہے جس کی آخری حد سِدْ رَةُ الْمُنْتَهىٰ ہے۔ عالمِ خَلق کے تینوں طبقات ناسوت، ملکوت اور جبروت میں جتنے بھی مقامات ہیں وہ سب مخلوق کے مقامات ہیں اور صفاتِ الٰہیہ کے مظاہر ہیں۔ عالمِ خَلق کو آفاق کہا جاتا ہے۔ معرفتِ صفات کے تمام مقامات کو درجات کہا جاتا ہے اور عارفِ صفات کو صاحبِ درجات کہا جاتا ہے۔ صاحبِ درجات عارف اللہ تعالیٰ کو اُس کی صفات سے پہچانتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام بھی ہو سکتا ہے لیکن معرفتِ ذات سے بے خبر رہتا ہے اِس لئے وہ دیدارِ الٰہی کا مشتاق و طلبگار رہتا ہے۔ عارفِ درجات

ہونے کی وجہ سے لوحِ محفوظ ہر وقت اُس کے مطالعہ میں رہتی ہے اور تمام مخلوق پر اُسے پورا پورا تصرف حاصل ہوتا ہے اِس لئے اکثر اُس سے کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور وہ خلقِ خدا کی مشکل کشائی میں کوشاں رہتا ہے۔عارفِ درجات چونکہ عالمِ خلق تک محدود رہتا ہے اِس لئے وہ معرفتِ صفات کے جس مرتبے پر بھی فائز ہو وہ نفس و شیطان اور حُبِّ دنیا کے شر سے محفوظ نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ وہ عموماً رجوعاتِ خلق میں گرفتار رہتا ہے۔

معرفتِ ذاتِ الٰہی عالمِ خلق سے آگے عالمِ لاھُوت میں پہنچ کر حاصل ہوتی ہے۔عالمِ لاھُوت میں انسان اپنی بشریت کے تینوں وجود یعنی ناسوتی وجود، ملکوتی وجود اور جبروتی وجود کو فنا کر کے روحِ قدسی کے لاھُوتی نوری وجود کے ساتھ داخل ہوتا ہے کیونکہ لاھُوت میں مخلوق داخل نہیں ہوسکتی اِس لئے اِنسان جب روحِ قدسی کی صورت میں لاھُوت کے اندر پہنچتا ہے تو نفس و شیطان اور حُبِّ دنیا کے شر سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے کیونکہ روحِ قدسی کا تعلق عالمِ خلق سے نہیں بلکہ اُس سے آگے عالمِ امر یعنی عالمِ لاھُوت لامکان سے ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ "۔ ترجمہ :۔" محبوب ! آپ فرما دیں کہ روح میرے ربّ کے امر میں سے ہے "۔عالمِ لاھُوت میں روحِ قدسی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے اِس لئے روحِ قدسی کی صورت میں اِنسان اللہ تعالیٰ کا بے حجاب دیدار کرتا ہے۔

ذکر فکر، مراقبہ مکاشفہ اور تسبیح و تہلیل اور اعمالِ ظاہری سے فقط معرفتِ صفات حاصل ہوتی ہے جس سے بندہ صاحبِ درجات اور صاحبِ کشف ہو کر دنیا میں شہرت

و ناموری کماتا ہے اور صاحبِ روضہ و خانقاہ بن جاتا ہے اور لوگوں کی نظر میں صاحبِ کمال و بلند مرتبہ ولی اللہ شمار ہوتا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں اُس کے طالب مرید ہوتے ہیں لیکن اہل اللہ کی نظر میں وہ ناقص و خام و ناتمام ہوتا ہے کہ وہ ابھی دیدارِ الٰہی اور معرفتِ ذاتِ الٰہی سے محروم ہے لیکن تصورِ اسم اللہ ذات، تصورِ اسمِ محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور تصورِ کلمہ طیبات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے اِنسان ایک ہی دم میں لاھوت لامکان میں پہنچ کر دیدارِ پروردگار سے مشرف ہو جاتا ہے اور اُسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔اِس مرتبے پر پہنچ کر طالب اللہ معرفتِ صفات کے جملہ مقامات و درجات کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ایسے تمام مقامات و درجات کو وہ بے وقعت سمجھتا ہے اور دیدارِ الٰہی سے محروم طالبوں کو احمق و نادان سمجھتا ہے۔سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصانیف میں جا بجا اہلِ درجات اور اہلِ ذات کا موازنہ و مقابلہ کر کے طالبانِ مولیٰ کو آگے بڑھنے کی ترغیب و تاکید فرماتے نظر آتے ہیں مثلاً آپ فرماتے ہیں:۔

(1) " بندے اور قربِ الٰہی کے درمیان تہتر کروڑ اسی لاکھ اور اکتیس درجات ہیں جن میں سے سب سے بالائی درجے کو سرِّ الامی کہا جاتا ہے۔اُس سے آگے لامکان ہے لیکن نگاہِ فقر میں یہ سب مقامات و درجات مچھر کے پَر جتنی وقعت بھی نہیں رکھتے "۔(عین الفقر)

(2)" اگر تُو ہوا میں اُڑتا ہے تو تُو مکھی ہے اگر تو پانی پر چلتا ہے تو تُو تنکا ہے اور اگر تُو لوحِ محفوظ کا مطالعہ کر کے لوگوں کو اُن کی تقدیروں کے احوال بتلاتا ہے تو تُو نجومی ہے "۔(عین الفقر)

(3) "باجھ وصال اللہ دے باھو سب کہانیاں قصے ھُو"۔

(4) " اے طالبِ مولیٰ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ معرفتِ توحید، تجرید، تفرید، مجاہدہ، مشاہدہ، ذکر، فکر اور مکاشفہ کا اصل مقصد دل کو زندہ کرنا ہے۔ دلوں کا کشف احمق ودیوانے مجذوبوں کا مرتبہ ہے۔ نفس کا محاسبہ اور کشفِ قبور کا مراقبہ خام آدمیوں کا مرتبہ ہے ۔ قبض بسط، الہام، وہم اور خیال ہجر وفراق کا مرتبہ ہے اور طبقاتِ خلق ناسوت، ملکوت اور جبروت کی طیر سیر حرص وہوا کی علامت ہے"۔ (کلید التوحید کلاں)۔

آپؒ اپنی زندگی میں ہمیشہ سیر وسفر میں رہے اور مرشد کی تلاش میں ہر طریقہ کے مشائخ سے ملتے رہے اور اُن کے معمولات کا بغور جائزہ لیتے رہے لیکن جسے بھی دیکھا صاحبِ مقامات ودرجات ہی پایا، کوئی صاحبِ ذات مرشد اُنھیں نہیں ملا۔ اِس طرح لگا تار تیس سال کی جستجو وتحقیق کے بعد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوئی اور اُنھوں نے آپ کو دست بیعت فرما کر شیخ المشائخ محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا اور حضور غوث پاک کی بارگاہ میں آپ نے جن مراتب کا مشاہدہ فرمایا اُن مراتب کا حامل کسی دوسرے طریقے کے شیخ کو نہیں پایا اور اُن طریقوں کے کسی بھی شیخ کو تصورِ اسم اللہ ذات کی تعلیم وتلقین کرتے نہیں پایا حالانکہ تصورِ اسم اللہ ذات کے بغیر معرفتِ ذات تک پہنچنے کا امکان ہی نہیں۔ قادری سروری طریقے کے علاوہ جتنے بھی طریقے ہیں اُن میں طالب کی تربیت سب سے پہلے خلافِ نفس مجاہدہ اور ریاضت سے شروع کی جاتی ہے اور طالب درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے عالمِ جبروت میں پہنچ کر مشاہدۂ صفاتِ الٰہی میں کمال حاصل

کرتا ہے تو اُس کے بعد اُسے تصورِ اسم اللہ ذات کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے لیکن یہاں تک پہنچتے پہنچتے ہزاروں لاکھوں طالب دنیا سے ہی اُٹھ جاتے ہیں اور وہ تصورِ اسم اللہ ذات سے نا آشنا رہ کر دیدارِ الٰہی اور معرفتِ ذاتِ الٰہی سے محروم اِس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔

حضرت بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں کہ مَیں نے چھتیس (۳۶) سال تک اِتنی ریاضت اور مجاہدہ کیا کہ ہر دم روزے سے رہتا، ہزار ہزار نفل روزانہ پڑھتا، جو وظیفہ بھی کیا لاکھوں کی تعداد میں کیا لیکن چھتیس سال بعد جب مجھے اسم اللہ ذات ملا اور مَیں نے اُس کا تصور کیا تو یہ دیکھ کر مَیں حیران رہ گیا کہ جو کچھ مَیں نے تصورِ اسم اللہ ذات کے ایک ہی دم میں حاصل کیا اُس کے مقابلے میں چھتیس سال کی ریاضت بے وقعت نظر آئی"۔ اِسی طرح حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

پس از سی سال این معنی محقّق شُد بخاقانی
کہ یك دم باخُدا بُودن بہ از ملكِ سلیمانی

ترجمہ:۔"تیس سال کی تحقیق کے بعد خاقانی کو معلوم ہوا کہ دم بھر کو تصورِ اسم اللہ ذات میں مشغول رہنا ملک سلیمانی کے تصرف سے کہیں بڑھ کر ہے"۔

سروری قادری طریقے میں مرشد کامل پہلے ہی روز طالب اللہ کو تصورِ اسم اللہ ذات کی تلقین کرتا ہے جس سے طالب اللہ ریاضت ومجاہدہ کیے بغیر پہلے ہی روز مقامِ خلق سے نکل آتا ہے اور لاھوت لامکان میں پہنچ کر دیدارِ پروردگار سے مشرف ہوتا ہے۔ جب کہ دوسرے طریقوں میں طالب ریاضت کرتے ہوئے زندگی کی انتہا کو پہنچتے ہیں تو تب کہیں جا کر اُنھیں تصورِ اسم اللہ ذات کی اجازت ملتی ہے اور تب وہ

واصل باللہ ہوتے ہیں لیکن سروری قادری طریقے میں طالب اللہ کا پہلا سبق ہی تصورِ اسم اللہ ذات ہے جس سے وہ پہلے ہی روز واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ بار بار اعلان فرماتے ہیں:۔"جہاں دوسرے طریقوں کی انتہا ہے وہاں سے قادری طریقے کی ابتدا ہے"۔لہٰذا سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی تحریروں کو محض اُن کا تفاخر سمجھ کر فیصلہ کرنے سے گریز کریں اور اُن کی تعلیمات کو ایک ماہرِ تعلیم استاد کے اسباق سمجھ کر پڑھیں اور جہاں آپ کو اُلجھن محسوس ہو تو اُسے نوٹ کر کے آگے بڑھ جائیں کہ انشاء اللہ زیرِ مطالعہ کتاب میں کسی اور مقام پر آپ کو اپنی اُلجھن کا جواب مل جائے گا ورنہ آپؒ کی کوئی دوسری کتاب اُس اُلجھن کو دُور کر دے گی۔

(9) عارفانِ باللہ فقرا کی تصانیف میں اکثر احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسی بھی درج ہوتی ہیں جو علمائے ظاہر کی مروجہ کتبِ احادیث میں نہیں ملتیں۔اِس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ علمائے ظاہر نے صرف وہ احادیثِ مبارکہ جمع فرمائی ہیں جن کا تعلق شریعتِ مطہرہ کے ظاہر سے ہے۔اُنھوں نے اُن احادیثِ مبارکہ کو بہت زیادہ توجہ سے جمع نہیں فرمایا ہے جن کا تعلق شریعتِ مطہرہ کے باطنی پہلو یعنی طریقت و حقیقت و معرفت سے ہے۔ دوسرے یہ کہ علمائے ظاہر کے پاس احادیثِ مبارکہ کی معلومات کا ذریعہ زبانی قیل و قال کی روایات ہیں جن کے راویوں پر بحث و تنقید کی گنجائش ہے اِس لئے اُنھوں نے اُن کی روایات کی صحت کے لئے نہایت ہی قابلِ تحسین احتیاطی طریقہ وضع کیا ہے۔شریعتِ مطہرہ کی حفاظت کے لئے اُن کی یہ احتیاط نہایت ہی موزوں و معتبر ہے تاہم بعض لوگ اُن پر بھی مطمئن نہ ہوئے اور اُن پاکباز

لوگوں پر بے جا و نا روا تنقید کے پتھر برسائے جب کہ علمائے باطن کا ذریعۂ علم باطن میں مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائم حضوری ہے جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اُن کی تعلیم وتربیت فرماتے ہیں اور دیگر انبیا و اصحابۂ کرام و اولیا اللہ بھی اُن کی علمی معاونت فرماتے ہیں اِس لئے اُن کے کلام میں غلطی کی گنجائش ہرگز نہیں ہوتی چنانچہ نقل ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے 75 مرتبہ بیداری کی حالت میں سرّ کی آنکھوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی اور بہت سی اُن حدیثوں کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا جن کو محدثین نے اپنے طریق سے ضعیف قرار دے رکھا تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کی تصحیح فرمائی تو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو "صحیح "لکھ دیا۔ (میزانِ کبریٰ للشعرانی جلد اصفحہ ۴۱)۔ تیسرے یہ کہ فقرائے فنا فی اللہ کا منصب سالکانِ طریقت و حقیقت و معرفت کی تعلیم وتربیت ہے اِس لئے وہ اُن سالکان کو اُنہی کے نصاب کی تعلیم دیتے ہیں لہٰذا اُن کے کلام میں مندرج اگر کوئی حدیثِ نبوی علمائے ظاہر کے ہاں غیر معروف ہے تو یہ تعجب کی بات تو نہیں کہ جب یہ اُن کے نصابِ تعلیم کا حصہ ہی نہیں تو اُن کی کتابوں میں ملے کیونکر؟ لہٰذا چاہیے کہ کوئی آدمی محض اِس بنا پر کسی حدیثِ نبویؐ کا انکار نہ کرے کہ یہ صحاحِ ستہ میں موجود نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے علومِ معرفت و وصال سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے ، آمین۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ o

خاکسار:- سیّد امیر خان نیازی سروری قادری۔

پیش گفتار

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ○

اَمَّا بَعۡدُ ،اللہ تعالٰی کے فضل وکرم اور مرشدِ کریم کی نگاہِ لطف وعطا سے مجھے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور تصنیفِ لطیف "اسرار القادری" کا اردو میں ترجمہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔مَیں نے اِس کتاب کے ترجمے کے لئے فقیر گل محمد سندھی آف پہاڑ پور ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کے لکھے ہوئے قلمی نسخے کو بنیاد بنایا ہے۔ اُن کا یہ نسخہ ماہ ربیع الاوّل 1335 ہجری کا لکھا ہوا ہے۔اِس نسخے کی تین عدد فوٹو سٹیٹ کاپیاں مجھے صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب ڈائریکٹر العارفین پبلی کیشنز لاہور و چیف ایڈیٹر ماہنامہ مرآۃ العارفین و جنرل سیکریٹری اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین نے عطا کیں جو اُنھوں نے سلطان ارشد القادری صاحب کے ذاتی کتب خانہ سے حاصل کی ہیں۔مَیں اِن دونوں صاحبزادگان کا انتہائی شکر گزار ہوں۔ایک مطبوعہ نسخے کی فوٹو سٹیٹ کاپی جناب چوہدری سجاد علی صاحب منتظم العارفین پبلی کیشنز لاہور نے مجھے عطا کی ہے۔یہ ڈاکٹر کے۔بی۔نسیم رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ شدہ نسخہ ہے۔یہ بھی فقیر گل محمد سندھی کے قلمی نسخے کی نقل ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اِس نادر کتاب کا مجھے کوئی اور نسخہ نہیں مل سکا ہے۔یہ بات بھی کسی عظیم سانحہ سے کم نہیں کہ فقر و عرفان ،ادب و تصوّف ، فلسفہ و حکمت اور بے بہا علوم کا خزانہ جو کہ حضرت سُلطان باھُو صاحب کے قلمی نسخوں کی صُورت میں لوگوں

کے پاس محفوظ ہے اور وہ اُس کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ کر عامۃ النّاس کو اُس فیض سے محروم رکھے ہوئے ہیں ایک مترجم کی حیثیت سے میرے لئے سب سے بڑی پریشانی یہی ہے کہ قلمی نسخہ جات میسّر نہیں ہو پاتے تا کہ تقابلی جائزے کے بعد صحیح فارسی متن اخذ کر کے ترجمے کا صحیح حق ادا کیا جائے اگر حضرت سلطان باھُو صاحب کے اپنے ہاتھ مبارک کا لکھا ہوا ایک بھی نسخہ مل جائے تو باقیوں کی ضرورت ترجمے کیلئے نہیں رہتی بد قسمتی سے کسی ایک کتاب کا نسخہ بھی آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود نہیں وہ بھی اِسی طرح ضائع ہو گئے کہ خُلفاؔ نے اُنہیں عام کرنے کی بجائے اپنے صندوقوں میں محفوظ کر دیا۔ میں اُن تمام احباب سے گزارش کروں گا جن کے پاس حضور سلطان صاحب کے قلمی نسخے ہیں کہ از راہِ کرم اِس معاملے میں کنجوسی نہ کیا کریں یہ ''سلطانیات'' کے ساتھ کھلی زیادتی ہے۔ اگر وہ نسخہ نہ بھی عنایت کریں کم سے کم اُس کی ڈیجیٹل پکچر یا فوٹو کاپی ہی دے دیں۔ بقولِ غالب

پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے

اگر کسی صاحب کی دِل آزاری ہوئی ہو تو میں معافی کا خواستگار ہوں لیکن یقین فرمائیں میں نے تنگ آمد بجنگ آمد کے رُتبے پہ پہنچ کر یہ گستاخی کی ہے۔

قارئین اور محققین سے میری گزارش ہے کہ ترجمے / کتابت میں جہاں اَغلاط ہوں اَز راہِ کرم اُن سے آگاہ فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اِصلاح کر دی جائے۔

سیّد امیر خان نیازی سروری قادری ساکن سرگوجرہ غربی چکوال۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تعارفِ حضرت سخی سُلطان باھُوؒ رحمۃ اللہ علیہ

سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُوؒ رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۳۹ ھ میں شور کوٹ میں پیدا ہوئے۔ شور کوٹ پنجاب کے ضلع جھنگ کا تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت محمد بازید رحمۃ اللہ علیہ ایک صالح، حافظِ قرآن اور فقیہ شخص تھے اور مغلیہ خاندان کے فرمانروا شاہ جہان کے دور میں قلعۂ شور کے قلعہ دار تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا اولیائے کاملین میں سے تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نسب کے لحاظ سے اعوان ہیں اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو الہامی طور پر بتا دیا گیا تھا کہ عنقریب آپ کے بطن سے ایک ولیٔ کامل پیدا ہوگا جو تمام روئے زمین کو اپنے انوارِ فیضان اور اسرار و عرفان سے بھر دے گا، اُن کا نام "باھُوؒ" رکھنا۔ چنانچہ مائی صاحبہ نے آپ کا نام "باھُوؒ" ہی رکھا۔ آپ مادرزاد ولی اللہ تھے اور آپ کے ابتدائی بچپن ہی سے آپ کا فیض جاری ہوگیا تھا۔ جو غیر مسلم آپ کے چہرۂ پُرانوار پر نظر ڈالتا وہ فوراً کلمہ طیب پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔ آپ کے اِس تصرّف سے غیر مسلم اتنے پریشان ہوئے کہ اُن کے سرکردہ آدمی وفد کی شکل میں آپ کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتمس ہوئے کہ جب بھی اِس بچے کو گھر سے باہر نکلنا ہو تو پہلے اعلان کر دیا جائے تاکہ ہم لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ رہا کریں اور اپنے مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہونے سے بچ جائیں۔ آپ کو باطن میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دست بیعت فرمایا۔

اپنی کتاب "امیر الکونین" میں آپ فرماتے ہیں کہ عرصہ ۳۰ سال تک مَیں مرشدِ کامل کی تلاش میں پھرتا رہا لیکن مجھے اپنے مطلب کا مرشد نہ مل سکا، آخر ایک مرتبہ اِس فقیر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ باطن میں ہاتھ میں ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا:۔" میرا ہاتھ پکڑو"۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دست بیعت فرما کر تعلیم و تلقین فرمائی اور حکم فرمایا کہ اے باھُوؒ ! خلقِ خدا کی باطن میں امداد کیا کرو۔ آپ رسالہ " روحی شریف" میں آپ فرماتے ہیں:۔

دست بیعت کرد مارا مصطفیؐ خواندہ است فرزند مارا مجتبیٰؐ

شد اجازت باھُو را از مصطفیؐ خلق را تلقین بکن بہر از خدا

ترجمہ:۔"مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست بیعت فرمایا اور اُنھوں نے مجھے اپنا (نوری حضوری) فرزند قرار دیا۔ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دی کہ مَیں خلقِ خدا کو تلقین کروں"۔

آپ فرماتے ہیں:۔" دست بیعت کرنے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حضرت پیر دستگیر محبوب سبحانی شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے سپرد کر کے فرمایا کہ یہ فقیر باھُوؒ ہمارا نوری حضوری فرزند ہے، اِس کو آپ بھی باطنی تلقین و ارشاد سے نوازیں"۔ لہٰذا حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے باطنی فیض سے آپ کو مالا مال فرمایا، اِس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:۔

شہسوارے کرد چوں بر من نگاہ از ازل تا ابد می پویَم براہ

ترجمہ:۔" جب میدانِ فقر کے شہسوار نے مجھ پر نگاہِ کرم ڈالی تو ازل سے

ابد تک کا تمام راستہ مَیں نے طے کرلیا"۔ بعد میں حضور غوث پاک شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے ظاہری بیعت دہلی کے شیخ پیر عبدالرحمن قادری (حضور غوث پاک کی اولاد میں سے ہیں) کے دست مبارک پر کی۔ حضور پیر عبدالرحمن قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک دہلی میں ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں:۔

فرزندِ خود خواندہ است مارا فاطمہؓ معرفتِ فقر است برمن خاتمہ

ترجمہ:۔" حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے اپنا فرزند قرار دیا ہے اِس لئے فقر کی مجھ پر انتہا ہوگئی"۔

سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی شان اور اُن کا مرتبہ کسی کے وہم وگمان میں نہیں آسکتا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

جائے کہ من رسیدم اِمکاں نہ ہیچ کس را شہبازِ لامکانم آنجا کجا مگس را
عرش وقلم وکرسی کونین راہ نہ یابد افرشتہ ہم نہ گنجد آنجا نہ جا ہوس را

قربِ ذاتِ حق کے جس مرتبے پر مَیں پہنچا ہوں وہاں کسی اور کے پہنچنے کا اِمکان ہی نہیں ہے۔ مَیں لامکان کا شہباز ہوں، لامکان میں مکھیوں کی جگہ نہیں ہے۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے عرش وقلم وکرسی بلکہ دونوں جہان کو راہ نہیں ملتی، وہاں تو فرشتے کی گنجائش نہیں لہٰذا اہل ہوس وہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں"۔

آپ نے مروّجہ ظاہری علم حاصل نہیں کیا کیونکہ اوائل عمری ہی میں آپ وارداتِ غیبی اور فتوحاتِ لاریبی میں مستغرق رہے جس کی وجہ سے آپ کو ظاہری علوم کی تحصیل کی فرصت نہ ملی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

گرچہ نیست مارا علمِ ظاہر زعلمِ باطنی جاں گشتہ طاہر

ترجمہ:- "اگرچہ مَیں نے ظاہری علم حاصل نہیں کیا، تاہم باطنی علم حاصل کر کے مَیں پاک و طاہر ہو گیا ہوں اِس لئے جملہ علوم بذریعہ انعکاس میرے دل میں سما گئے ہیں"۔

آپ فرماتے ہیں :- "ہمیں مکاشفات اور تجلیاتِ انوارِ ذاتی کے سبب ظاہری علم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا اور نہ ہمیں ظاہری ورد و ظائف کی فرصت ملی ہے کیونکہ ازل سے ابد تک ہم ہر وقت اور ہر لحہ توحید کے دریائے ژرف میں مستغرق رہے ہیں"۔ اِس قدر استغراق کے باوجود سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آپ اِس طرح ثابت قدم رہے کہ زندگی بھر آپ سے ایک مستحب بھی فوت نہیں ہوا۔ سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں :-

ہر مراتب از شریعت یافتم پیشوائے خود شریعت ساختم

ترجمہ:- "مَیں نے ہر مرتبہ شریعت پر عمل پیرا ہو کر حاصل کیا ہے اور اپنا پیشوا و راہبر شریعت کو بنایا ہے"۔

آپ نے ایک سو چالیس کے قریب کتب تصنیف فرمائی ہیں اور اُن سب میں آپ نے طالبانِ حق کو تین باتوں کی تاکید فرمائی ہے۔ (۱) گمنامی و خمول (۲) ترکِ دنیا (۳) شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قیام و استقامت۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام باطنی درجات حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اشغال پر زور دیا ہے۔

(۱) تصورِ اسم اللہ ذات، (۲) تصورِ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، (۳) کلمہ طیب کا ذکر، (۴) دعوتِ قبور بذریعہ آیاتِ قرآنی۔

آپ فرماتے ہیں کہ اِن اشغال سے طالب پر دو ایسے انتہائی مقام کھل جاتے ہیں کہ اُن سے بلندتر مقام باطن میں اور کوئی نہیں ہے یعنی (۱) مشاہدۂ ذاتِ حق (۲) دائمی حضوری مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم - اپنی مشہور کتاب " نورالہدیٰ" میں آپ فرماتے ہیں :- "مجھے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل وکرم سے مرشدی کے کامل ومکمل واکمل وجامع نورالہدیٰ مراتب سے خلق کی راہبری کے لئے تیار فرمایا ہے، اگر طالبِ مولیٰ صادق ہے اور مشتاقِ دیدارِ حق تعالیٰ ہے تو فقیر باھو کو ایک ہی توجہ سے اُسے واصل باللہ کرنا کون سا مشکل کام ہے؟ رسالہ روحی شریف میں آپ فرماتے ہیں :-

ہر کہ طالبِ حق بود من حاضرم ز ابتدا تا انتہا یک دم برم

طالب بیا! طالب بیا! طالب بیا تا رسانم روزِ اوّل با خدا

ترجمہ :- " جو شخص ذاتِ حق تعالیٰ کا طالب ہے وہ میرے پاس آجائے مَیں اُسے ایک ہی دم میں ابتدا سے انتہا تک پہنچا دوں گا- اے طالبِ حق آجا، اے طالبِ حق آجا، اے طالبِ حق آجا تا کہ مَیں تجھے پہلے ہی روز واصل باللہ کردوں"- امیر الکونین نامی اپنی ایک کتاب میں آپ فرماتے ہیں :-"اے عزیز! واضح ہو کہ سچائی سے نجات اور جھوٹ سے ہلاکت حاصل ہوتی ہے اِس لئے فقیر باھو جو کچھ کہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہتا ہے، اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، جس روز اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا فرمایا اور مجھے ازلی قوت سے تخلیق کیا اُسی روز ہی سے اپنے کرم اور فیض سے مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا- اُس دن سے لے کر آج تک ہر دم، ہر ساعت، ہر لحظہ اور ہر لمحہ مَیں دیدارِ الٰہی میں مستغرق

ہوں، اگر چہ دنیا میں عوام کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہوں لیکن باطن میں مشرف بدیدار رہتا ہوں، قبر میں بھی محو دیدار رہوں گا، قیامت اور بہشت میں بھی مشرف بدیدار رہوں گا۔ جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:۔ **"خُلِقَتِ السَّادَاتُ مِنْ صُلْبِیْ وَخُلِقَتِ الْعُلَمَآءُ مِنْ صَدْرِیْ وَخُلِقَتِ الْفُقَرَآءُ مِنْ نُوْرِاللّٰهِ تَعَالٰی"** ترجمہ:۔ "سادات میری صلب سے پیدا کیے گئے ہیں، علما میرے سینے سے پیدا کیے گئے ہیں اور فقرا اللہ کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں"۔ مَیں علمِ دیدار کا عالم ہوں، مجھے نور ہی نور دکھائی دیتا ہے۔ مجھے علمِ دیدار کے سوا اور کوئی علم، ذکر، فکر اور مراقبہ معلوم نہیں نہ مَیں پڑھتا ہوں اور نہ ہی کرتا ہوں کیونکہ تمام علوم علمِ دیدار کی خاطر ہیں جو مجھے حاصل ہے۔ جہاں دیدارِ الٰہی ہے وہاں صبح ہے نہ شام ہے، منزل ہے نہ مقام ہے، بے مثل و بے مثال ذات لاہوت لامکان کے اندر اسم اللہ ذات سے انوارِ تجلیات کی صورت میں نمودار ہوتی ہے، اُس نور میں دیدار ولقا نظر آتا ہے۔ یہ مراتب اُس فقیر کے ہیں جو "**مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا**" کا مصداق ہے۔ مَیں دیدار کا علم جانتا ہوں اور پڑھتا ہوں۔ مجھے یہ مراتب جنابِ سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام اور پنجتن پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رفاقت سے نصیب ہوئے ہیں"۔

آپ کا طریقہ سروری قادری ہے۔ اِس طریقہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اِس میں مرشدِ کامل طالبِ صادق کو ایک ہی نگاہ میں اور ایک ہی توجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر کر دیتا ہے اور ایک ہی توجہ سے ذاتِ حق کے مشاہدے میں محو کر دیتا ہے۔ اِس پاک وطیب طریقے میں رنج ریاضت، چلّہ کشی، حبس

دم، ابتدائی سلک سلوک اور ذکر فکر کی اُلجھنیں ہرگز نہیں ہیں۔ یہ طریقہ ظاہری درویشانہ لباس اور رنگ ڈھنگ سے پاک ہے اور ہر قسم کے مشائخانہ طور طریقوں مثلاً عصا و تسبیح و جُبہ و دستار وغیرہ سے بے زار ہے۔

آپ نے تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر پائی اور یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک تحصیل شورکوٹ کے قصبہ گڑھ مہاراجہ کے نزدیک دریائے چناب کے غربی کنارے پر ایک گاؤں میں واقع ہے، یہ گاؤں آپ ہی کے اسم مبارک پر موضع سُلطان باھُوؒ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو آپ کے دربار مبارک پر ہوتا ہے۔

سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے چار شادیاں کیں اور آپ کے آٹھ صاحبزادے ہوئے جن کے نام یہ ہیں:۔ (۱) حضرت سُلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۲) حضرت سُلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۳) حضرت سُلطان لطیف محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۴) حضرت سُلطان صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۵) حضرت سُلطان اسحاق محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۶) حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۷) حضرت سُلطان شریف محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۸) حضرت سُلطان حیات محمد رحمۃ اللہ علیہ (ان کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسرارالقادری

باب اوّل

اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی و کبریائی اُس کے تمام اسمائے پاک کے ساتھ جو اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوقات جن واِنس ووحوش وطیور کو رزق دینے والا ہے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے"۔مزید فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اور نہیں ہے زمین میں کوئی جاندار ایسا جس کا رزق اللہ کے ذِمّے نہ ہو"۔ بے حدو بے حساب درود ہو سیّدالسادات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو محمود ہیں سُلۡطَانًا نَّصِیۡرًا کے خطاب سے،جن کا مقام ہے قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی، جو جامع ہیں اسرار المنتہٰی کے،جن کی نعت میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے: محبوب! آپ نہ ہوتے تو مَیں افلاک کو پیدا نہ کرتا،جن کی صفات متبرکات ہیں فنافی ذاتِ ھُوۡ اور وہ ہیں خاتم الانبیا رسولِ ربّ العٰلمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ اَصۡحٰبِہٖ وَ اَھۡلِ بَیۡتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

اِس کے بعد مصنفِ تصنیف بندۂ درگاہ طالب بہ مطلوب مرید لایرید فقیر باھُو ولد بازید ؒ غلامِ سروری قادری عرف اعوان ساکن قلعہ شور بیان کرتا ہے کہ اس کتاب کا نام "اسرارالقادری" رکھا گیا ہے اور اِسے "جامع الجمعیت" کا خطاب دیا گیا ہے۔ اِس کتاب میں معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ اور حضوریٔ مجلس محمد رسول اللہ سرورِ کائنات صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں چند کلمات بیان کئے گئے ہیں تا کہ اِن کے مطالعہ سے ہر طالبِ مولیٰ پر علم علومِ حیّ قیوم یعنی علمِ لدنی واضح و روشن ہو جائے اور وہ اُن تمام پیغامات و اِلہامات کو سمجھ سکے جنھیں محض ظاہری علم علومِ رسم رسوم سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" علم دو قسم کا ہے علمِ معاملہ وعلمِ مکاشفہ "۔ علم ایک کسوٹی ہے جس سے انسان کے نیک و بد وجود کی پہچان ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"حیوان اور انسان میں فرق کرنے والی چیز علم ہے"۔ علمِ ظاہر عبادت ہے اور عبادت باسعادت ہے۔ علمِ باطن عین ہے اور اس کا ذریعہ ارادت و اجازت و اِلہام ہے کہ اِلہام عارف باللہ پر معرفتِ ذات کا دروازہ کھولتا ہے۔ اِلہام دوسرے کے دل میں بلا کسب نیکی کا خیال و اِرادہ ڈالنے کا نام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"جو صاف ہے اُسے لے لو اور جو نا صاف ہے اُسے چھوڑ دو"۔ وہ کون سا مسلک سلوک ہے کہ جس میں راز بے ریاضت، گنج بے رنج، محبت بے محنت، مشاہدہ بے مجاہدہ اور طلب بے طاعت حاصل ہوتی ہے۔ سالہا سال کی ریاضت سے مرشدِ کامل کی ایک توجہ بہتر ہے کہ مرشدِ کامل ایک ہی ساعت میں معرفتِ الٰہی کے اُس مرتبے پر پہنچا دیتا ہے کہ جس کے ایک ہی نکتہ میں کل و جز سما جاتا ہے اور وہ ایک ہی نکتہ سے دونوں جہان کا تماشا کھول کر دکھا دیتا ہے۔ الغرض! عارف باللہ ایک ہی نظر میں تصورِ اسم اللہ ذات، تیغ کلمہ طیبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ختمِ قرآن اور تلاوتِ آیاتِ قرآن سے نفس کو قتل کر کے اُس کے شر سے نجات دلا دیتا ہے اور دونوں جہان کا تماشا پشتِ ناخن پر دکھا دیتا ہے۔ جس شخص کے تصرف میں یہ سب کچھ ہو اُسے پڑھنے لکھنے اور انگلیوں میں قلم پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ ایسا

مشکل کشا مرشد طالب اللہ کو ایک ہی بار میں معرفتِ خدا تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ مراتب اُس باطن صفا مرشد کے ہیں جسے حاضراتِ اسم اللہ ذات سے مجلس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحیح حضوری حاصل ہو۔ ایسا صاحبِ حاضراتِ اسم اللہ ذات مرشد اگر کسی طالب اللہ کو نوازنے پہ آجائے تو پل بھر میں اُسے اپنا ہم مرتبہ بنا دیتا ہے۔

آدمی کے وجود میں سات قسم کے قفل ہوتے ہیں چنانچہ قفل زبان، قفل قلب، قفل روح، قفل سرّ، قفل خفی، قفل یخفیٰ اور قفل توفیقِ الٰہی۔ انھیں اسرارالانوارِ ہدایت کہتے ہیں۔ اسی طرح سات قفل سات طبقاتِ زمین کے ہیں اور سات قفل سات آسمانوں کے ہیں۔ ان کے علاوہ قفل عرش، قفل لوح، قفل قلم، قفل لوحِ محفوظ، اور قفل کرسی بھی ہیں۔ نیز قفل مقامِ ازل، قفل مقامِ ابد، قفل مقامِ دنیا، قفل مقامِ عقبیٰ، قفل مقامِ معرفتِ توحید و نیز قفل مقامِ تجرید، قفل مقامِ تفرید، قفل مقامِ ناسوت، قفل مقامِ ملکوت، قفل مقامِ جبروت، قفل مقامِ لاھوت، قفل مقامِ لامکانِ اِلاَّ اللّٰہُ اور قفل دوام مشرفِ حضوری مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ جان لے کہ یہ جملہ اکتالیس قفل اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان حائل حجابات و پردے ہیں۔ مرشدِ کامل وہ ہے جو کلیدِ اسم اللہ ذات یا کلیدِ نص وحدیث یا کلیدِ ننانوے اسمائے باری تعالیٰ یا کلیدِ کلمہ طیبات لَآ اِلٰـهَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میں سے کسی ایک چابی کو مذکورہ بالا جس قفل میں بھی ڈالے تو اُسے ایک ہی دم میں اور ایک ہی قدم پر کھول کر دکھا دے۔ مردِ مرشدِ کامل صاحبِ نظر ناظر وہ ہے جو ایک ہی نظر میں طالبانِ مولیٰ کو اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور کرا دے اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے مشرف کر کے لایحتاج کر دے۔ جو مرشد اِن صفات سے متصف نہیں وہ ناقص و خام ہے، اُس سے

تلقین لینا حرام ہے۔ جس طرح کسی عامل اُستاد کے بغیر پارہ کشتہ ہوکر کھانے کے قابل نہیں ہوتا اُسی طرح عطائے مرشد کامل کے بغیر معرفتِ توحیدِ الٰہ ہرگز حاصل نہیں ہوتی کیونکہ وجودِ انسانی ایک طلسم کدہ ہے جسے صاحبِ طلسمات مرشد ہی کھول کر خزائنِ الٰہی بخش سکتا ہے اور صاحبِ معما مرشد ہی وجود کے معما کو حل کرسکتا ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ مرشدِ کامل بہتر ہے اور مرشدِ ناقص کمتر ہے، اِن دونوں کے مراتب و درجات کی چابی اسم اللہ ذات کی حاضرات ہیں۔ عارفوں کے لئے حاضراتِ اسم اللہ ذات ہی کافی ہیں مگر احمق لوگ ہوس پرستی سے فارغ نہیں ہوتے۔ جو شخص حاضراتِ اسم اللہ ذات کی چابی سے ہر دو جہان کے خزانے حاصل نہیں کرسکتا وہ بے عمل جاہل و مجہول ہے یا وہ معرفتِ الٰہی سے بے خبر نابینا ہے، اُس کے سوال کا وبال اُس کی اپنی گردن پر ہوگا۔

بیت:- " اے باھُو! مردِ مرشد طالب کو ہر مطلب و مقام پر پہنچاتا ہے اور نامرد مرشد عاجز ہوتا ہے وہ فقط شہرت و ناموری سے غرض رکھتا ہے"۔

یاد رہے کہ مراتب دو قسم کے ہیں: ایک حاضراتِ اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتے ہیں اور دوسرے وِرد وظائف رسم رسوم سے حاصل ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ تصورِ اسم اللہ ذات توحید کا ہے جس کی ابتدا و انتہا معرفتِ توحیدِ فنا فی اللہ با خدا ہے۔ یہ فقرائے عارف باللہ کو نصیب ہوتا ہے۔ دوسرا مرتبہ وہ ہے کہ جس کی ابتدا و انتہا حرص و ہوس سے عبارت ہے، اِس کی پہچان اِس طرح ہوتی ہے کہ اِس مرتبے پر بندہ رات دن لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور لوگوں کے احوالِ نیک و بد سے باخبر رہتا ہے۔ یہ درویشوں کا مرتبہ ہے۔ فقیر کی نظر میں یہ کمتر و ادنیٰ مرتبہ ہے، وہ اِسے منجّم کا

مرتبہ قرار دیتا ہے کہ اِس سے بندہ لوحِ محفوظ سے آشنا ہوتا ہے نہ کہ خدا سے متفق و یگانہ ہوتا ہے۔ اِس کے علاوہ ایک مرتبہ وہ ہے کہ جس میں مشرق سے مغرب تک ہر ولایت کی نگرانی درویش کے ذمے ہوتی ہے۔ اُس کی ولایت میں جہاں بھی کسی دیگ میں نمک ڈالا جائے اُسے اُس کی خبر ہوتی ہے۔ یہ اوتاد وابدال کا مرتبہ ہے۔ فقیر اِس ادنیٰ مرتبے کی طرف دیکھتا ہی نہیں کہ اُس کی نظر میں یہ مطلق خام خیالی ہے کیونکہ یہ سیر زمین کا مرتبہ ہے نہ کہ وحدانیتِ معرفت عین الیقین کا مرتبہ۔ جان لے کہ عرش سے ستر منزل اوپر مرتبۂ قطب ہے اور قطب سے ستر منزل اوپر مرتبۂ غوث ہے لیکن غوث و قطب کے یہ مراتب انانیتِ نفس و کشف و کرامات کے مرتبے ہیں جو غرقِ وحدانیتِ ذات کے مراتب سے بے خبر ہیں۔ فقیر اِن کمتر مراتب کی طرف دیکھتا ہی نہیں کہ ان کا تعلق خواہشاتِ نفس سے ہے۔ سچا طالب مرید طلبِ مولیٰ میں شاد رہتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "اے میرے بندے! میری نعمتیں کھا اور مجھ سے اُنس رکھ کہ مَیں تیرے لئے ہر غیر ما سویٰ اللہ سے بہتر ہوں"۔ یعنی اے میرے بندے! میری معیت میں عیش کر اور مجھ سے اُلفت رکھ کہ مَیں تیرے لئے ہر اُس چیز سے بہتر ہوں جو میرے سوا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ فقیر اہل خدا ہوتا ہے اور اہل مراتب اہل حرص و ہوا ہوتا ہے۔ اہل خدا اور اہل ہوا کو ایک دوسرے کی مجلس راس نہیں آتی۔

پس جان لے کہ وہ مسلک سلوک کہ جس سے وجود میں مشاہدۂ حضوری کھلتا ہے اور ابتدا و انتہا کا ہر مقام اور ظاہر و مخفی تمام خَلقِ خدا کا عین بعین مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اسم اللہ ذات کی طے میں ہے، اسم اللہ ذات قلب کی طے میں ہے، قلب روح کی طے میں ہے، روح سرّ کی طے میں ہے، سرّ اسرار کی طے میں ہے، اسرار خفی کی طے

میں ہے، خفی یخفیٰ کی طے میں ہے، یخفیٰ ہویدا کی طے میں ہے اور ہویدا سویدا کی طے میں ہے۔ جب یہ جملہ مراتب کی طے روشن ضمیر فقیر کے دل میں آتی ہے تو تمام علم علوم اُس پر کھل جاتے ہیں اور وہ ہر علم کو جان لیتا ہے، پھر اُس سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں رہتی۔ اُسے ہفت علمِ معرفت کا قاری وفیض بخش عالم کہتے ہیں۔ عالمِ زبان وعالمِ قلب وعالمِ روح وعالمِ سِرّ وعالمِ اسرار وعالمِ خفی وعالمِ نورِ ہدایت عارفِ خدا وہ ہے جسے یہ تمام علوم حاصل ہوں۔ اِن علوم کے ہر ایک علم سے چودہ علوم ظاہر ہوتے ہیں، اِن چودہ علوم کے ہر علم سے ایک ہزار بیس علوم کھلتے ہیں۔ جو آدمی اِن میں سے ہر ایک علم حاصل کر لے اُسے عارف حکیم عالم کہتے ہیں۔ اُس کے مقابلے میں ہر خاص وعام آدمی جاہل ہے اور وہ خاص الخاص حکیم عالم ہے، اُس کے پاس قلبِ سلیم ہے اور وہ صاحبِ حق بحق تسلیم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" جاہل کے سامنے حکمت کی باتیں مت کیا کرو"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی"۔ جو مرشد وجودِ طالب کو اسم اللہ ذات کی حاضرات سے کھول کر ابتدا وانتہا کا ہر ایک مقام ایک ہی دم میں ایک ہی قدم پر دکھا نہیں دیتا اُسے مرشد ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ وہ محرمِ قال ہے جو بے خبر از معرفتِ قربِ اللہ وصال ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔

جان لے کہ جس نے اللہ کو پایا علم ہی سے پایا اور جس نے اُسے پہچانا علم ہی سے پہچانا کہ علم کے بغیر خدا کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ علم کے معنی ہیں جاننا۔ کس چیز کو جاننا؟ کس چیز کو پہچاننا اور کس چیز کو پانا؟ پہلا علم زبان کا ہے جو عین سے عین کے ذریعے آتا ہے، یہ اقرار زبان ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" پڑھ اپنے ربّ کا نام لے

کر جس نے پیدا کیا انسان کو خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے۔ پڑھ! تیرا ربّ وہ ہے جس نے انسان کو قلم سے لکھنا سکھایا اور انسان کو وہ علم سکھایا جو کوئی نہیں جانتا تھا "۔ دوسرا علم قلب کا ہے۔ جب قلب زبان کھولتا ہے اور بولنے لگتا ہے تو منہ کی زبان بولنا چھوڑ دیتی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" میرا نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا "۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" کہو تو اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو "۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" جو خاموش رہا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا "۔ جس کا دل اپنے معبود کی طرف متوجہ ہو جائے وہ اُس کی نظر میں منظور ہو جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" جس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قلبِ سلیم پیش کیا "۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ دل کی آنکھ کھول اور جی بھر کے عین ذات کو دیکھ کہ یہی مرتبۂ اہلِ یقین ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" اور مَیں تمھاری جان کے اندر ہوں کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا؟" تصورِ اسم اللہ ذات سے ہر وقت ہزاراں ہزار تجلیاتِ نور دل پر پڑتی رہتی ہیں جن سے دل روشن و تاباں تر رہتا ہے اور آفتاب سے بڑھ کر روشن جلوے معرفتِ الٰہی کے نظر آتے ہیں۔ اِس مقام پر عین العیان انکشافِ غیب الغیب ہوتا ہے جو اِس آیتِ کریمہ کے عین مطابق ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" اور آدم کو کل اسماء کا علم سکھایا گیا "۔ اِس مرتبے پر خالق سے جمعیت و اُنس و قرار اور خلق سے فرار نصیب ہوتا ہے بموجب اِس آیتِ کریمہ کے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" پس دوڑو اللہ کی طرف "۔ حدیث مبارک میں آیا ہے :۔" دنیا کمان ہے، حادثاتِ دنیا تیر ہیں، ہدف انسان ہے اور اللہ تعالیٰ اِن تیروں کو چلانے والا ہے۔ پس دوڑو اللہ کی طرف حتیٰ کہ تمھیں لوگوں سے نجات مل جائے "۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"

جو اللہ کو پہچان لیتا ہے اُسے مخلوق کے ساتھ میل جول میں مزہ نہیں آتا"۔ حضرت محی الدین شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے:۔"عارف باللہ کو اللہ تعالیٰ سے اُنس اور غیر اللہ سے وحشت ہوتی ہے"۔ اسم اللہ ذات کی حاضرات سے سات قسم کی آیاتِ قرآن کی تفسیر کا علم کھلتا ہے یعنی آیاتِ وعدہ کی تفسیر کا علم، آیاتِ وعید کی تفسیر کا علم، آیاتِ قصص الانبیا کی تفسیر کا علم، آیاتِ امر معروف کی تفسیر کا علم، آیاتِ نہی عن المنکر کی تفسیر کا علم، آیاتِ منسوخ کی تفسیر کا علم، اور آیاتِ ناسخ کی تفسیر کا علم۔ اِن جملہ آیاتِ قرآن کا ختم موافق رحمٰن اور مخالفِ شیطان ہے۔ جو آدمی اِن آیات کو تحقیق سے پڑھتا ہے وہ لا یحتاج ہو جاتا ہے، دنیا و آخرت کا کوئی خزانہ اور کوئی چیز اُس سے مخفی نہیں رہتی چنانچہ گنج کیمیائے اکسیر کا علم، گنج دعوتِ تکسیر کا علم، گنج تفسیر کا علم کہ جس سے اسمِ اعظم معلوم ہوتا ہے اور اسمِ اعظم کے پڑھنے سے روشن ضمیری نصیب ہوتی ہے، گنج باتاثیر کا علم اور گنج ہر امر پہ حاکم و امیر ہونے کا علم۔ مرشدِ کامل حاضراتِ اسم اللہ ذات سے طالب اللہ کو پہلے ہی روز اِن پانچ گنج اکسیر کا سبق پڑھا دیتا ہے جس سے وہ صاحبِ نظر بن جاتا ہے۔ اہلِ تقویٰ کو یہ مراتب روزِ ازل سے حاصل ہیں جن سے وہ ہر خاص و عام آدمی کے احوالِ مراتب معلوم کر لیتا ہے۔ ایسے اہلِ تقویٰ کے بارے میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اِس میں ہدایت ہے اُن اہلِ تقویٰ کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں"۔ اِس کے بعد مرشد طالب اللہ کو ذکر فکر کی تلقین کرتا ہے اور علمِ فیض فضل کی تعلیم دیتا ہے جس سے وہ پہلے ہی روز فیاضِ فضل بن جاتا ہے۔

بیت:۔" مردِ عارف وہ ہے جو ہر وقت مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر رہتا ہے اور ہر آیت و ہر حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنتا ہے"۔

خبردار! رجعتِ نفس، معصیتِ شیطان اور حوادثِ خلق کی آفت سے ہوشیار رہ۔ عالم کی آفت رجعت طمع ہے، فقیر کی آفتِ رجعت رجوعاتِ خَلق ہے کیونکہ بادشاہ واُمرأ کے مرید ہونے سے اُس کے نفس میں ہوائے خودپسندی پیدا ہوتی ہے جو اُسے خدا کی معرفتِ قرب سے باز رکھتی ہے اور اہل دنیا کی آفتِ رجعت بخل و کنجوسی ہے۔

باب دوم

طالب پر توجہِ مرشد کی شرح

جان لے کہ توجہ تین قسم کی ہوتی ہے: توجہِ ذکر فکر، توجہِ مذکور، اور توجہ حضور۔ توجہِ ذکر فکر وہ ہے کہ جس کا تعلق عوام سے ہے، اِس توجہ سے مؤکل فرشتوں کے پیغام آتے ہیں۔ توجہِ مذکور وہ ہے کہ جس میں شہ رگ سے نزدیک تر الہام آتے ہیں، یہ بھی سراسر حجاب ہے۔ توجہِ حضور صورتِ نور کی مثل ہے۔ اِس توجہ سے دم بھر میں ہزاراں ہزار بار جوابِ باصواب کی آمد و رفت ہوتی ہے۔ پس مرشد کامل کی توجہ کے بغیر اگر طالب اللہ تمام عمر ریاضت کرتا رہے اور سوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے اور کثرتِ عبادت سے اُس کی پیٹھ کبڑی ہو جائے تو اِس تمام رنج و محنت سے اُسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ایسی ہزاروں ریاضتوں سے مرشدِ کامل کی ایک بار کی توجہ بہتر ہے۔ توجہ کس چیز سے حاصل ہوتی ہے؟ جان لے کہ توجہ حضور تصورِ اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتی ہے۔ پس وہ توجہ کہ جس کا تعلق ذات سے ہے اُس کے تصرف کی توفیق توحیدِ ذات کی معرفت سے ملتی ہے کہ اِس کی اصل وصل پر اور وصل اصل پر ہے۔ جس کی اصل اور وصل ایک ہو جائے وہ ذات سے یکتا ہو جاتا ہے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ عارف باللہ خدا تو نہیں ہوتا لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتا۔ پس اُسے حضور الحق کہتے ہیں یعنی حقیقت میں صاحبِ تحقیق اور معرفت میں صاحبِ توفیق ہوتا ہے۔ دورانِ ذکر اُس کا قلب دریائے قلزمِ عمیق ہوتا ہے۔ اِس قسم کے تصرف کو اہل مردہ دل زندیق

کیا جانیں؟ کہ وہ نفس کے قیدی اہل زوال باطن میں معرفتِ الٰہی وصال سے بے خبر ہوتے ہیں۔ توجہ اُسے کہتے ہیں کہ جس سے باطن میں دونوں جہان کی کل مخلوقاتِ اٹھارہ ہزار عالم کا مشاہدہ حاصل ہو جائے اور طالبوں کو بھی یہ مشاہدہ کرا دیا جائے۔ اِسے توجہ ٔ موجّہات کہا جاتا ہے کہ اِس کی قید میں شش جہاتِ اہل ذات ہوتی ہیں۔ تُو توجہ کو کیا جانتا ہے؟ توجہ کی بنیاد ترکِ نفس، فرحتِ روح اور فنا فی اللہ غرق ہے۔ توجہ کی تاثیر سے لوحِ محفوظ کی ایک سطر کا مطالعہ ورقِ دل کے ایک حرف کے مطالعہ کے برابر ہو جاتا ہے۔ یہ مطالعہ عوام کے مطالعہ سے مختلف ہے۔ اِس قسم کی توجہ کو فیض بخش عوام توجہ کہتے ہیں۔

مصنف کہتا ہے: قاعدۂ توجہ پڑھے بغیر طالب حق کی طرف متوجہ نہیں ہوتا لہٰذا مرشدِ کامل چاہتا ہے کہ طالب کو توجہ بتوجہ ہر مقام طے کرا دے۔ اِس کے لئے پہلے وہ طالب کی صورت کو توجہ سے تصور و تصرف میں لا کر لَآ اِلٰـهَ کی نفی میں فنا کرتا ہے۔ جب لَآ اِلٰـهَ کی نفی میں طالب کی صورتِ نفس فنا ہو جاتی ہے تو وہ صورتِ طالب کو اپنے تصور و تصرف میں لے آتا ہے اور اُسے اثباتِ اِلَّا اللّٰهُ میں غرق کر کے اُس کے قلب و روح کو زندہ کر دیتا ہے جس سے طالب کے باطنی حواسِ خمسہ کا پردہ ہٹ جاتا ہے، اُس کے اوصافِ ذمیمہ زائل ہو جاتے ہیں اور کوئی چیز اُس کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہتی اور وہ ہر وقت مشاہدۂ معرفت اللہ میں غرق رہتا ہے۔ اِس کے بعد وہ صورتِ طالب کو اپنے تصور و تصرف میں لا کر مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچا دیتا ہے اور مشرفِ حضور کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مراتب و مناصب دلوا دیتا ہے جس سے طالب لایحتاج ہو جاتا ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ اصل توجہ وہ ہے کہ جس

میں سینکڑوں مقاماتِ ذکر ایک ہی دم میں طے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک مقام میں ہزاراں ہزار بلکہ بے شمار مقامات قطراتِ بارش کی طرح برسنے لگتے ہیں۔ مقامِ مرشد یہ ہے کہ وہ طالب اللہ کو ہر قسم کی نفسانی و شیطانی بلیات سے بچا کر ہر مقام سے سلامتی کے ساتھ گزار لے جاتا ہے اور وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (جو اِس میں داخل ہو گیا وہ امن میں آ گیا) کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ توجہ کے معنی ہیں وجہ اور وجہ چہرے کو کہتے ہیں یعنی چہرہ چہرے کے سامنے ہو اور درمیان میں کوئی پردہ حائل نہ ہو، ہر کام وجہ بوجہ، رُوبرو اور مشاہدہ بہ مشاہدہ آمنے سامنے ہو۔ توجہ تین قسم کی ہے، (1) توجۂ مخنث جو دنیا کی خاطر طالبِ دنیا کی توجہ ہے، (2) توجۂ مؤنث جو نعمائے عقبیٰ کی خاطر طالبِ عقبیٰ کی توجہ ہے اور (3) توجۂ مردِ مذکر جو طالبِ مولیٰ کی توجہ برائے طلبِ مولیٰ واعلیٰ واولیٰ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:- "طالبِ دنیا مخنث ہے، طالبِ عقبیٰ مؤنث ہے اور طالبِ مولیٰ مذکر ہے، جو دنیا طلب کرے اُس کے لئے دنیا ہے، جو عقبیٰ طلب کرے اُس کے لئے عقبیٰ ہے اور جو مولیٰ طلب کرے اُس کے لئے کل (سب کچھ) ہے"۔ پس کل کلید ہے، جو توجہ سے کلیدِ کل تک نہیں پہنچا وہ اہل تقلید ہے جو مشاہدہ بہ مشاہدہ، نور بہ نور اور حضور بہ حضور سے محروم توحید سے بے خبر ہے۔

ابیات:- (1) "تُو دریائے محبت کو کیا نام دیتا ہے؟ بلبلہ جب اپنی ہستی کو چھوڑ دے تو وہ پانی ہو جاتا ہے"۔ (2) "ہر کسی نے قطرہ پایا ہے اور مَیں نے دریا کو پایا ہے اور اُس میں غرق ہو کر خود کو دریا بنا لیا ہے"۔

شرحِ مقامات

مقامِ علم، مقامِ بخشش، مقامِ عطا، مقامِ معرفت، مقامِ فضل، مقامِ قرب، مقامِ ذکر، مقامِ فکر، مقامِ فیض، مقامِ قبض، مقامِ بسط، مقامِ قوت، مقامِ توفیق، مقامِ شوق، مقامِ ذوق، مقامِ ترک، مقامِ توکل، مقامِ مجاہدہ، مقامِ مشاہدہ، مقامِ غرق، مقامِ حضور، مقامِ توحید، مقامِ الہام، مقامِ دلیل، مقامِ وہم، مقامِ اوہام، مقامِ خیال، مقامِ وصال، مقامِ محمود، مقامِ حال، مقامِ ماضی، مقامِ مستقبل، مقامِ خلق، مقامِ سکوت، مقامِ ناسوت، مقامِ ملکوت، مقامِ جبروت، مقامِ لاھوت، مقامِ حیرت، مقامِ عبرت، مقامِ سودا، مقامِ سویدا، مقامِ ہویدا، مقامِ قلب، مقامِ وجد، مقامِ نور، مقامِ صدق، مقامِ جوہرالانفاس، مقامِ کنزرہ بنائے اسلام، مقامِ طاعت، مقامِ ولایت، مقامِ عنایت، مقامِ غنایت، مقامِ مراقبہ، مقامِ محاسبہ، مقامِ مکاشفہ، مقامِ کرامت، مقامِ باللہ، مقامِ بقاباللہ، مقامِ فنافی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، مقامِ تجلی، مقامِ روح، مقامِ سرّ، مقامِ تمثل، مقامِ خفی، مقامِ طلب، مقامِ محبت، مقامِ مدِّنظر اللہ منظور کہ اللہ کی نظر قلب پر رہتی ہے نہ کہ وجو دِاہل کلب پر کہ وہ تو طالب مردار اہل نجس نجاست ہیں جو عقل وفراست سے شیطانی منصوبہ بندی کرتے رہتے ہیں، مقامِ استقامت، مقامِ تجرید، مقامِ تفرید، مقامِ مفتوح، مقامِ رجاً، مقامِ خوف، مقامِ تصور اور مقامِ تصرف جیسے جملہ مقامات دفاترِحق مطلق فقر فنا فی اللہ کی جمع بندی میں پائے جاتے ہیں جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-" فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے "- جو طالب راہِ تحقیق سے مذکورہ بالا ہر مقام طے کر

لے وہ ابھی خام ہے اور اُس کا مرشد نامرد ہے کہ وہ اُسے ایک ہی تصور و توجہ سے واحد ذاتِ حق تعالیٰ سے یکتا نہیں کر سکا۔ ایسے خام و ناقص شخص کو مرشد نہ کہا جائے۔ طالب ہمیشہ راہِ معرفت میں عاجزی سے جان دینے پر تیار رہتا ہے، اگر مرشد ہوشیار و کامل ہو تو اُسے معرفتِ پروردگار بخش دیتا ہے۔ اگر مرشد ناقص ہو تو وہ راہزن شیطان ہے کہ اُس کا طالب محتاج و پریشان ہے۔ یہ فقیر جو کچھ کہتا ہے حساب سے کہتا ہے نہ کہ حسد سے لیکن فرمایا گیا ہے کہ سچ کڑوا ہوتا ہے اِس لئے جو آدمی سچ سن کر تلخ ہوتا ہے وہ انسان نہیں ٹڈی ہے، وہ ٹڈی کا ہم مرتبہ ہے۔ ٹڈی و مکھی اگر ہوا میں اُڑے بھی تو شہباز کے مرتبے پر نہیں پہنچ سکتی۔ جو مرشد منتہی صاحبِ نظر ہے اُسے طالبوں کو توجہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟ کہ وہ تو ہاتھ پکڑتا ہے اور سپردِ حضور کر دیتا ہے۔ جو مرشد ہر وقت حضوری میں رہتا ہے اُسے طالبوں کو حضوری میں پہنچانا کون سا مشکل و دشوار کام ہے؟ اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔

بیت:۔ "غرق فنا فی اللہ فقیر کو کوئی غم نہیں کہ وہ غارِ دل میں عارف بخدا ہے اور مخلوق سمجھتی ہے کہ وہ زیرِ خاک مردہ ہے"۔

جب تصور کی کثرت سے اسم اللہ ذات صاحبِ تصور کے قلب و قالب پر غالب آتا ہے اور اُس کے سارے جسم کو اپنے قبضے و تصرف میں لے لیتا ہے تو خساست (بخل و کنجوسی) و نفسانیت کی ساری کثافت اُس کے جامۂ کثیف اربعہ عناصر سے دُور ہو جاتی ہے اور اُس کے وجود میں روحانیت کے خصائل حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں اور نص و حدیث کے موافق اُسے نورِ تصورِ اسم اللہ ذات، نورِ محمدی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور نورِ فنا فی الشیخ کے مراتب حاصل ہو جاتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔

"اپنے ربّ کا ذکر کرا یسے کہ تُو خود کو بھول جائے"۔اپنے ہر دم کو ذکر اللہ سے آباد رکھ کہ یہ عمل ابدالابا دتک زندگی کا ضامن ہے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-"اور جب مَیں اِس میں اپنی روح پھونک لوں"۔جب روحِ اعظم نے وجودِ معظم میں داخل ہو کر کہا یااَللّٰہُ تو قیامت تک کے تمام احوال واضح ہو گئے لیکن پھر بھی ماہیتِ اسم اللہ ذات کی انتہا تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔پس معلوم ہوا کہ ایسے نوری وجود کو ہر حال واحوال وقال وافعال واعمال میں معرفتِ قربِ اللہ وصال کی حضوری حاصل رہتی ہے۔جب نفس کا تصفیہ ہو جاتا ہے اور مطمئنہ بن کر نور ہو جاتا ہے تو نفس نورِ قلب کا لباس پہن لیتا ہے،قلب نورِ روح کا لباس پہن لیتا ہے،روح نورِ سرّ کا لباس پہن لیتی ہے،سرّ نورِ اسرار کا لباس پہن لیتا ہے اور یہ سب مل کر جب ایک نور ہو جاتا ہے تو وجود میں ایک نوری صورت پیدا ہو جاتی ہے جسے محض توحیدِ مطلق توفیقِ الٰہی کہتے ہیں۔مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو تقلیدی تفکر کرتے ہیں اور باطن میں معرفتِ الٰہی توحید سے بے خبر رہتے ہیں،دل کو دم کے ساتھ بند کر کے بائیں طرف گھماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مقامِ قلب ہے۔یہ لوگ کلب (طالبِ دنیا کتے) کو قلب سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکرِ حبس دم ہے جب کہ ذکرِ حبس دم کا تعلق مشاہدۂ حضوری سے ہے۔اُن کی ذکرِ حبس دم کی یہ شرح محض عبث ونا روا ہے۔اِس کے بعد وہ دل کو دم کے ساتھ بند کر کے دائیں جانب گھماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکرِ روح ہے لیکن وہ مقامِ روح سے واقف نہیں کہ ذکرِ روح تو ایک گہرا دریا ہے جس میں طوفانِ نوح کی طرح طوفانِ شوق موجزن رہتا ہے۔اُس طوفان میں شوق کی کشتی عرش سے اوپر تیرتی ہے۔اِس کے بعد وہ دم کو بند کر کے دماغ سر میں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکرِ خفی ہے،یہ ذکرِ یَخفیٰ ہے،یہ ذکرِ قربانی ہے،یہ ذکر

سلطانی ہے لیکن ذکرِ سلطانی سے یہ لوگ بے خبر ہیں۔ طالبِ دنیا شیطان کی قید میں ہوتا ہے اِس لئے وسوسہ وو ہمات وخناس وخرطوم سے متفق رہتا ہے۔ ذکرِ اَللّٰہُ، ذکرِ لِلّٰہِ ذکرِ لَہٗ، ذکرِ ھُوْ، ذکرِ سِرِّ ھُوْ، ذکرِ ھُوَ الْحَقُّ اور ذکرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جملہ سات ذکر ہیں۔ اِن سات اذکار میں ہر ذکر سے ستر لاکھ تینتیس ہزار بلکہ بے حدو بے شمار ذکر کھلتے ہیں جو تحریر وتقریر میں نہیں آسکتے کہ ذکر اللہ کے کلماتِ ربانی بہت زیادہ ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-"اے نبی! آپ فرمادیں کہ اگر کلماتِ ربانی تحریر کرنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائیں تو کلماتِ ربانی کی تکمیل سے پہلے سمندر خشک ہو جائیں خواہ اُن کی مدد کے لئے اُن جیسے اور سمندر ہی کیوں نہ آ جائیں"۔ اِن تمام اذکار کا سبق سروری قادری جامع مرشدِ کامل حاضراتِ اسم اللہ ذات توحید کے تصور و تصرف وتوجہ سے طالب اللہ کو پہلے ہی روز دے دیتا ہے۔ قادری طالب اِسے اخلاص سے پڑھے تو اُس پر کل وجز مقامات کے تمام خزائن ودرجات مخفی وپوشیدہ نہیں رہتے۔ دوسرے ہر طریقے کی انتہا قادری طریقے کی ابتدا کو بھی ہرگز نہیں پہنچ سکتی خواہ وہ سنگِ ریاضت سے سر پھوڑتا پھرے۔ دوسرے طریقے چراغ کی مثل ہیں جنھیں ہوائے نفسانی، ہوائے زن وآفاتِ شیطانی اور ہوائے بلائے دنیا پریشانی بجھا سکتی ہے مگر قادری طریقہ آفتاب کی مثل روشن تر ہے جسے زمانے کی ہوا سے ابدالاباد تک بجھنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ اگر کوئی دوسرا اپنے متعلق یہ کہے :-

"خواہ سارا زمانہ ہی طوفانِ ہوا بن جائے تو پھر بھی مقبولانِ خدا کے چراغ ہرگز نہ بجھیں گے"۔

اِس کے جواب میں مصنف کہتا ہے :-" چراغ کی کیا حیثیت کہ مَیں آفتاب

ہوں، مَیں اپنی تابش سے چراغ کو بجھا سکتا ہوں"۔

اگر کوئی دوسرا اپنے طریقے کے متعلق یہ کہے :۔" جس چراغ کو اللہ روشن کرے اُس پر تھوکنے والا اپنی ہی داڑھی جلائے گا"۔

اُس کے جواب میں مصنف کہتا ہے :۔" مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ قوت عطا کی کہ مَیں اپنی داڑھی کی حفاظت جوان مردی سے کر سکتا ہوں مَیں جسے چاہوں بے انداز نواز سکتا ہوں اور جسے چاہوں اُس کی جان لے سکتا ہوں"۔

قادری طالب مرید کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ وہ ذکر مذکور الہام کے مراتب کو چھوڑ کر نورِ توحید میں غرق فنافی اللہ نور ہو جاتا ہے۔

ابیاتِ باھُو :۔ (1)" ذکر کو چھوڑ اور مراتبِ قلب سے بھی گزر جا کہ تجھے توحیدِ ربّ کے مراتب حاصل ہو جائیں"۔ (2)" قادری کو مراتبِ حضوری حاصل ہوتے ہیں کہ وہ خاص الخاص نور کے استغراق میں مراتبِ خاص پر ہوتا ہے"۔ (3)" مَیں روزِ ازل سے قادری مرید ہوں کہ قادری طریقہ فیض و فضل رحمتِ حق کا امین ہے" ۔(4)" جو اِس طریقے کا انکار کرے وہ رافضی زندیق روسیاہ ہو کر اللہ تعالیٰ کا دشمن بن جاتا ہے"۔ (5)" قادری فقیر طالب کو ایک ہی نگاہ میں پہچان لیتا ہے جس طرح کہ زرگر سونے کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیتا ہے"۔

مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ ہمیں دین و دنیا دونوں عطا کی گئی ہیں۔ یہ اُن کا ہوائے نفس سے مکر و فریب اور حیلۂ شیطانی ہے۔ دین و دنیا کی بخشش و عطا کی قوت قادری قدیر کو ہی حاصل ہے کہ وہ دونوں جہان کا حاکم و امیر ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" تم ہرگز نیکی نہ کما سکو گے جب تک کہ تم اپنی عزیز ترین

چیز کو راہِ خدا میں خرچ نہ کرو گے"۔ قادری فقیر کے پاس بلا جستجو خزائن الٰہی کے غیبی گنجینے ہوتے ہیں۔ اِس عنایتِ ہدایت وولایت وغنایت کی وجہ سے اُس کا دل غنی ہوتا ہے اور وہ ہر وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتا ہے۔ قادری فقیر کے اِن مراتب کو اہل شقاوت بد بخت کیا جانے؟ ابیاتِ باھُو:-

(1)" فقر بے شمار خزائن الٰہی میں سب سے قیمتی خزانہ ہے جسے با اخلاص صدق واعتبار سے حاصل کیا جا سکتا ہے"۔(2)" فقر رحمتِ نورِ حق کی وحدت کا راز ہے، جملہ مخلوق فقر کی حکمرانی میں قید ہے"۔(3) " فقیر کو عاجز مت جان اور نہ ہی اُسے مفلس وحقیر سمجھ، اُس کی نظر کیمیا ہوتی ہے جو دل کو روشن کرتی ہے"۔(4)" فقیر بھیک مانگ کر نفس کو رسوا کرتا ہے ورنہ عطائے خدا سے وہ مالک املکی امیر ہوتا ہے"۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-"اللہ اپنے امر پر غالب ہے"۔جان لے کہ فقر کے تین حروف ہیں :ف ق ر۔ حرف" ف " سے فائقہ (سر بلندی)وفنائے نفس کہ فقیر کے وجود میں ہوا ہوتی ہے نہ ہوس ،حرف" ق" سے قلب وقالبِ فقیر اللہ کے نور سے پُر ہوتا ہے اور حرف" ر " سے رحمت ،فقیر رحمتِ الٰہی کا مقرب ہوتا ہے۔نیز حرف" ف " سے فرد ،فقیر فردانیتِ مع اللہ میں غرق فنا فی اللہ ہوتا ہے ،حرف" ق" سے قرب وقوت وقدرت، اِس سے فقیر کو جمعیت حاصل ہوتی ہے اور حرف" ر " سے راز ،اِس سے فقیر کو قلبِ سلیم کا راز حاصل ہوتا ہے۔ جو آدمی راہِ فقر میں قدم رکھے اور اُس پر فیض فقر کی نورانیت وارد ہو جائے اور وہ فقر کا بوجھ نہ اُٹھا سکے تو اُس کا میلان ورجوع دنیا کی طرف ہو جاتا ہے اور وہ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رُخ موڑ لیتا ہے۔ایسے

میں فقر کے حرف " ف " سے فضیحت و فتنہ و فرعون کے مراتب، حرف " ق " سے قہرِ خدا و قارون کے مراتب اور حرف " ر " سے ردّ و راندہ ابلیس خبیث کے مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ مرشد کامل سب سے پہلے طالب اللہ کو تین مراتب عطا کرتا ہے: (1) فقر سے آشنائی اور اِستقامت بخشتا ہے کہ اِستقامت بہتر ہے کرامت سے، (2) اُسے لذتِ خدا کے شوق سے مشفق بناتا ہے جس سے اُس کی روح فرحت یاب اور نفس فنا ہوتا ہے، (3) اُسے مراتبِ تجلی یگانہ عطا کرتا ہے جس سے وہ خالق سے یگانہ اور خلق سے بےگانہ ہو جاتا ہے، اُس کا دل دنیا و اہل دنیا سے مر جاتا ہے بلکہ طالبِ مولیٰ کو دنیا مردار سے اِس قدر گندی بدبُو آتی ہے کہ وہ دنیا و اہل دنیا سے خود بخود فرار ہو جاتا ہے۔ ایسا مرشد طالب اللہ کو سات بحرِ اعظم کی مملکتِ سلیمانی کی بادشاہی بھی عطا کرے تو وہ اُسے قبول نہیں کرتا۔ اِس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ایک سچا فقیر ہے۔

یاد رہے کہ فقیرِ کامل ظاہر میں عام لوگوں سے ہم صحبت و ہم کلام رہتا ہے لیکن باطن میں وہ روحانیوں کی مجلس میں حاضر رہتا ہے اِس لئے فقیر جب بات کرتے ہوئے لب ہلاتا ہے تو ظاہر میں نفسانی لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے مخاطب ہے، مؤکلین و فرشتے سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے مخاطب ہے، اللہ تعالیٰ سمجھتا ہے کہ وہ مجھ سے ہم کلام ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے ہم کلام ہے۔ ایسے فقیر کا جثہ آفتاب کی طرح روشن نور ہوتا ہے جو ہر جگہ و ہر مقام پر حاضر ہوتا ہے چنانچہ حضرت سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :- " مَیں تیس سال تک اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہا اور مخلوق سمجھتی رہی کہ مَیں اُن سے ہم کلام ہوں"۔ قربِ حق تعالیٰ کے یہ مراتبِ اعلیٰ کُنۂ کُن سے حاصل ہوتے ہیں۔ غرق فنا فی اللہ ہوئے بغیر فقیر کا دعوائے

ہوشیاری غلط ہے اور مشاہدۂ حضوری و جواب باصواب کی ہوشیاری کے بغیر اُس کا دعوائے غرق فنا فی اللہ غلط ہے۔

جان لے کہ لِسَانُ الْفُقَرَآءِ سَیْفُ الرَّحْمٰنِ (فقرأ کی زبان رحمٰن کی تلوار ہے) اِس لئے کہا گیا ہے کہ ازل کے دن جب قلم نے وہ سب امر کُنْ لکھ لیا جس کا اُسے حکم تھا تو وہ سیاہی جو نوکِ قلم پر بچ رہی تھی فقرأ کی زبان پر لگا دی گئی تھی۔ فقرأ کی زبان ہر وقت امرِ کُنْ کی اُسی سیاہی سے تر رہتی ہے۔ روزِ الست کے اُس وعدۂ کُنْ کے تحت اگر فقیر اپنی زبان کی تلوار کو تیز کرنا چاہے تو دعا مانگتے وقت پہلے تین مرتبہ کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر اپنی زبان پر تفکر و تصور سے اسم اَللّٰهُ لکھنے کی مشق کیا کرے تو صاحبِ لفظ بن جائے گا اور اُس کی زبان ننگی تلوار بن جائے گی اور اگر وہ دشمن و منافق کو بد دعا دیتے وقت اپنی زبان پر چند مرتبہ یَا قَھَّارُ لکھ دے تو بے شک دشمن پر قہرِ الٰہی نازل ہو جائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " علمأ کو میرے سینے سے پیدا کیا گیا ہے، سادات کو میری صلب سے پیدا کیا گیا ہے اور فقرأ کو اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے"۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " اَللّٰهُ نور ہے زمین و آسمان کا، اُس کے نور کی مثال ...." اِس آیتِ کریمہ میں اشارہ ہے ایسے ہی فقرأ کی بشارت کا۔ ایسا فقیر لا یحتاج و بے نیاز ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت وحدانیت رازِ الٰہی میں غرق رہتا ہے۔ وہ ارواحِ قدسیہ کا شہباز ہوتا ہے۔

ابیات :- (1) " زر و مال گدھوں (اہلِ دنیا) کے نصیب کی چیز ہے، مَیں زر و مال کی خاطر گدھا نہیں بن سکتا"۔ (2) " مجھے اپنے پیرِ طریقت کی یہ نصیحت اچھی طرح یاد ہے کہ یادِ حق کے سوا ہر چیز برباد ہونے والی ہے"۔ (3) " دولت کتوں

(طالبانِ دنیا) میں اور نعمت گدھوں میں بانٹی جارہی ہے اور ہم مزے سے یہ تماشا دیکھ رہے ہیں''۔

قیامت کے دن جب اہل دنیا قبروں سے نکلیں گے تو اُن کی پشت قبلہ کی طرف ہوگی، کسی کا بھی چہرہ قبلہ کی طرف نہیں ہوگا، اُس وقت دنیا اہل دنیا کا چہرہ قبلہ کی طرف سے پھیر دے گی اور مفلس و مسکین فقیر کا چہرہ قبلہ کی طرف ہوگا کیونکہ معرفتِ الٰہی فقرا ایسے فقیر کا چہرہ دنیا سے موڑ کر قبلہ کی طرف کر دے گا۔ اہل شرع فقیر کا چہرہ شریعت کی عظمت و عزت سے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکے گا لیکن اہل دنیا کا چہرہ دنیوی نجاست کی وجہ سے سیاہ وگھناؤنا و مکروہ ہوگا۔ قیامت کے دن علما کے ثواب کا حساب ہوگا، اُن سے حلال کا حساب لیا جائے گا اور اہل دنیا کو عذاب دیا جائے گا اور اُن کے حرام پر عذاب ہوگا جب کہ فقرائے عارف باللہ اللہ تعالیٰ کے بے حجاب دیدار میں محو ہوں گے، اُن سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوں گے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:۔ ''مفلس اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے''۔ وہ اپنی ملکیت میں کچھ نہیں رکھتا، نہ گنتا ہے نہ حساب گاہ میں آتا ہے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کو بے حجاب یاد کرتا ہے وہ بے عذاب بہشت میں جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' فقرأ کی محبت جنت کی چابی ہے''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' فقرأ کی محبت رحمٰن کی محبت ہے''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' فقرأ کی محبت دین کی روشنی ہے''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' فقرأ کی محبت دونوں جہان کی روشنی ہے''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' فقرأ کی محبت اخلاقِ انبیأ میں سے ہے اور فقرأ سے بغض اخلاقِ فرعون میں سے ہے''۔ پس

معلوم ہوا کہ روایت برائے ہدایت ہے اور فضیلت برائے وسیلتِ مرشدِ کامل ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو"۔ علم وسیلہ نہیں ہے کہ علم تو سیدھا راستہ دکھانے والی روشنی ہے، وسیلہ مرشد ہے جو راستے کی نگہبانی و حفاظت کرتا ہے اور طالب اللہ کو حفاظت سے معرفتِ اِلٰہ تک پہنچاتا ہے کہ وہ راستے کے ہر مرتبے و ہر مقام کے کشف کو جانتا ہے۔ کشف سات قسم کے ہیں: (1) کشف القلوب، (2) کشف القبور، (3) کشف الحضور، (4) کشف المسرور، (5) کشف المذکور، (6) کشف الفنافی التوحید اور (7) کشفِ استدراجی شیطانی نفسانی جنونیت مقہور۔ اِس کشف سے دنیوی ترقی اور عز و جاہِ دنیا کی خام خیالی پیدا ہوتی ہے جب کہ خاص الخاص کشفِ حقیقی وہ ہے کہ جس میں قربِ الٰہی اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ اِس کشف کے دو گواہ ہیں، حیرت و عبرت جن کی وجہ سے وجود ہر دم جلتا رہتا ہے اور طالب اللہ رات دن آہیں بھرتا رہتا ہے۔ کشفِ جامۂ کثیف سے وجود میں کثافت پیدا ہوتی ہے اور کشفِ جامۂ لطیف سے لطافت پیدا ہوتی ہے۔

بیت:-" مَیں مشاہدۂ معنی چشمِ دل کی نظر سے کرتا ہوں کہ چشمِ دل مردِ بینا کے لئے عینک کا کام کرتی ہے"۔

جوابِ مصنف:-" آنکھ وہ ہے کہ جس سے مشاہدۂ حق نصیب ہو ورنہ ظاہری آنکھ تو بیل و گدھے بھی رکھتے ہیں"۔

بیت:-"مرشد وہ ہونا چاہیے کہ جسے قربِ اِلٰہ حاصل ہوتا کہ وہ طالبوں کو گناہوں سے باز رکھ سکے"۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-"اے نبی! بے شک آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دیتے بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے"۔ جس دل میں طمع و حرص زیادہ ہو جائے وہ دنیائے فانی کے لایعنی اشتغال میں محو ہو کر مردہ وافسردہ رہتا ہے اور معرفتِ توحیدِ مولیٰ میں قدم نہیں رکھتا۔ اگر آپ اُسے وعظ و نصیحت کریں یا آیاتِ قرآن کی تفسیر واحادیث و مسائل علمِ فقہ و خوف و رجا و اقوالِ مشائخ پڑھ کر سنادیں اُس پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور نہ کوئی فائدہ ہوگا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-"اے نبی! بے شک آپ اِن مردوں کو نہیں سنا سکتے"۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" یہ گونگے ، بہرے اور اندھے ہیں ، یہ راہِ ہدایت کی طرف آنے والے نہیں"۔ آخر انتہائے سلک سلوکِ عارف فقیر کیا ہے؟ اُس کی انتہا یہ ہے کہ فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-"اللہ غنی ہے اور تم سب فقیر ہو"۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" پروردگار! تُو جو اچھی چیز میری طرف بھیجے مَیں اُس کا محتاج ہوں"۔ انتہائے فقر یہ ہے کہ فقیر کا جسم و جثہ تصورِ اسم اللہ ذات میں غرق ہو کر فنا فی اللہ نور ہو جائے اور وہ صورتِ سِرّ کے ساتھ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں فقر کے اُس مقام پر پہنچ جائے کہ جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :-" معیتِ الٰہی میں میرا ایک وقت ہے جس میں کسی مقرب فرشتے اور نبی مُرسل کو دخل نہیں ہے"۔ یہ فنا فی اللہ کا وہ مرتبہ ہے کہ جہاں فقیر غرق فی التوحید ہو کر نورِ اَللّٰہُ کا مشاہدہ کرتا ہے اور قربِ اللہ میں منظور ہو کر اُس کا رازِ محض بن جاتا ہے۔

بیت :-" ذکر چھوٹا ، فکر چھوٹا اور مذکور حضور بھی چھوٹ گیا ، مَیں نور تھا ، نور ہوں اور میری عاقبت بھی نورِ خاص ہے"۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا"- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" نہایت (انتہا) ہدایت (ابتدا) کی طرف لوٹ جانے کا نام ہے"- نہایت نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور ہدایت نورِ اَللّٰہُ ہے جو اصل ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"تم جہاں بھی ہوتے ہو اللہ تمھارے ساتھ ہوتا ہے"- عارف مردِ حقانی حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

" تیس سال کی تحقیق کے بعد خاقانی کو معلوم ہوا کہ ایک دم کے لئے باخدا ہونا ملکِ سلیمانی کی بادشاہی سے بہتر ہے"-

جوابِ باھُو:-" اے باھُو! دریائے فی اللہ کے اِستغراق میں اپنی ہستی فنا کردے کہ جہاں اِستغراقِ رازِ ربانی ہے وہاں دم بھی نامحرم ہے"-

حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"نفس کو چھوڑ دے اور اللہ کے پاس آجا"- جو نفس کو فنا کے گھاٹ نہیں اُتارتا وہ بقائے روح تک نہیں پہنچتا، نہ وہ معرفتِ لِقا کے لائق ہوتا ہے اور نہ وہ حضوریٔ مجلسِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائق ہوتا ہے-

بیت:-"الٰہی! تُو اپنے اِس مشتاق پر جلوہ نمائی فرما تا کہ میرا نفس فانی ختم ہو جائے اور مَیں تیری ذاتِ باقی کو پالوں"-

مقامِ فنا کا تعلق نفسِ ناسوت سے ہے اور مقامِ بقا کا تعلق لاھُوت لامکان میں بقائے روح سے ہے-

بیت:-" کتنا عمدہ مقام ہے وہ جہاں مغز ہڈی میں ہے اور کتنا پیارا درد ہے وہ جو بدخواہوں کی آنکھ سے اوجھل ہے"-

ہاں یہ درست ہے کہ بعض لوگ فقط معرفتِ فقر کے نام تک پہنچتے ہیں اور

بعض معرفتِ فقر کے کمال تک پہنچتے ہیں۔

بیت:۔" یہ محض پردہ داری ہے کہ مجھے چنگاری کے شعلے نے جلا دیا ہے حالانکہ مَیں اپنی راکھ کے پس پردہ مزے سے بیٹھا ہوں"۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"اگر مشتاقین کے نصیب میں جمالِ الٰہی کے بغیر جنت ہوتی تو وہ اُس میں واویلا کرتے اور اگر اُن کے نصیب میں با جمال دوزخ ہوتی تو وہ اُس کا شوق رکھتے"۔ فقیر کا ابتدائی مرتبہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کا مرتبہ ہے جو اُسے توحیدِ تصورِ اسم اللہ ذات کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنی موت کے تمام احوال و مقامات زندگی ہی میں دیکھ لیتا ہے کہ وہ مراتبِ موت کو پوری تحقیق کے ساتھ زندگی ہی میں طے کر جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"بے شک اولیائے اَللّٰہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں"۔ اُن کے لئے جینا و مرنا برابر ہوتا ہے۔

ابیات :۔(1)" لوگ اُنھیں خاکِ قبر میں دفن مردہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ قبر میں سربسر مقربِ خدا ہوتے ہیں"۔ (2) "وہ خلوتِ قبر میں بغیر کسی خلل کے ہم جلیس ربّ ہوتے ہیں، وہ ایسے انیسِ حق ہیں کہ اُن کے اور ربّ کے درمیان کوئی اور نہیں سماتا"۔ (3)" مَیں نے مر کر دائم حیات پائی ہے جس میں سوائے ذاتِ حق سبحانہٗ و تعالٰی کے کوئی فرشتہ نہیں سماتا"۔ (4)" فقیر کی قبر میں ذوقِ جلوہ نمائی کا خاص نور ہوتا ہے جہاں وہ خود کو فنا کر کے حضوریٔ حق سے مشرف رہتا ہے"۔

تُو نہیں جانتا کہ اولیا اللہ فقیر کا قالب (جسم) قبر کی مثل اور قلب لحد کی مثل ہوتا ہے اور اُسے معیتِ الٰہی کے ایسے مراتب حاصل ہوتے ہیں جو کسی کے وہم و فہم

میں نہیں آتے کہ اُن کی حد ہے نہ سد اور وہ ہر قسم کے خوف و غم سے آزاد ہوتے ہیں۔
فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" خبردار! بے شک اولیائے اللہ پر نہ کوئی خوف ہے نہ غم"۔

باب سوم

شرحِ علمِ دعوتِ تکسیر مسخرات

علوی وسفلی علوم کی مدد سے اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوقاتِ جن وانس وموٴکل فرشتوں اور اسی طرح کی کل وجز تمام مخلوقات اور ذات وصفات کے جملہ مقامات کو اپنی قید وتصرف میں لانے کے لئے دعوت پڑھنے کی ترتیب اور اُس کی زکوٰۃ نکالنے کے بے شمار طریقے ہیں لیکن علمِ دعوت کو اپنے عمل میں لانا بے حد مشکل ودشوار کام ہے کہ کوئی آدمی بھی حکم حضوریٔ خدا اور اجازتِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر دعوت پڑھنے کے لائق نہیں ہوسکتا کہ اِس کے بغیر وہ ناقص وخام ونفس وہوا کا پتلا بنا رہتا ہے۔ معرفتِ توحید کی انتہا تصورِ اسم اللہ ذات کے اِستغراق میں مشاہدۂ حضور ہے اور عمل دعوت کی انتہا تمام ارواحِ انبیا واولیا اللہ اور تمام اہل قبور کی ارواح سے مجلس وملاقات ہے۔ اِس قسم کے تمام مراتبِ تصورِ اسم اللہ ذات اور مراتبِ دعوتِ قبور اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور ہوتے ہیں۔ دعوت کی گواہ چار قوتیں ہیں، پہلی قوت یہ ہے کہ صاحبِ دعوت کو حصار کھینچنے کی حاجت نہیں ہوتی۔ دوسری قوت یہ ہے کہ وہ حیوانات کا گوشت کھانا ترک نہیں کرتا۔ تیسری قوت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نورِ توحید میں غرق رہتا ہے اور چوتھی قوت یہ ہے کہ وہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے مشرف رہتا ہے جہاں وہ کھل کر اِلتجا و اِلتماس کرسکتا ہے۔ الغرض! جب بھی وہ کسی ضروری کام یا کسی دینی یا دنیوی مہم سر کرنے کے لئے باعظمت عظیم شہید یا غوث و

قطب کی قبر پر جائے اور اُس کے گرد اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تک اذان پڑھ کر روحانی کو قبر میں قید کرے، اِس کے بعد با ادب ہو کر قبر کے روبرو سورۃ ملک یا کوئی دیگر آیات پڑھے جو اُسے یاد ہوں تو روحانی حاضر ہو جاتا ہے اور الہام یا دلیل یا وہم یا خیال یا آواز یا پیغام کے ذریعے اہل دعوت کو ہر طبق کے زیر و زبر کی خبر و آگاہی بخشتا ہے۔ جو دعوت خوان دعوتِ نور میں عامل کامل اور صاحبِ نظر ہو اُسے دعوت پڑھنے کے لئے حصار کھینچنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ ہر اہل قبر روحانی پر ہر حال میں غالب ہوتا ہے اور اُس سے ہر زبان میں بات کر سکتا ہے۔ جس اہل دعوت کو قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ (اُٹھ اللہ کے حکم سے) کا امر جاری کرنے کی اجازت و جمعیت حاصل ہو وہ اہل قبر روحانی سے اپنا ہر کام ایک دم یا ایک دن یا آخر پانچ دن میں کروالیتا ہے اور جب تک وہ اپنے کام کو اپنی آنکھوں سے ہوتا ہوا دیکھ نہ لے وہ روحانی کی قبر سے نہیں اُٹھتا اور نہ ہی روحانی کو اپنی قید سے آزاد کرتا ہے۔ اگر اہل قبر روحانی جلالی و شوریدہ حال ہو تو اہل دعوت کو چاہیے کہ وہ اُسے باطنی قوت سے ٹھنڈا کر کے سلب کر لے اور اُس کی قبر پر گھوڑ سوار کی طرح سوار ہو جائے اور جتنا قرآن اُسے پڑھنا آتا ہو وہ پڑھے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ بزرگوں کی قبر کا ادب کرنا لازمی ہے تو اُس سے کہہ دے کہ قبر بہتر ہے یا قرآن؟ وہ جس طریق سے بھی چاہے بزورِ قوت قبر پر سوار ہو جائے اور قرآن پڑھے۔ اِس طرح دعوت پڑھنے سے زمین و آسمان کی کوئی چیز اُس سے مخفی و پوشیدہ نہیں رہتی۔ ستر سال کی چلہ کشی اور خلوت نشینی کی ریاضت سے بہتر ہے کہ قبر پر سوار ہو کر اِس ترتیب سے ایک رات دعوت پڑھ لی جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جب تم کسی معاملہ میں حیران ہو جایا کرو تو اہل قبور سے مدد مانگ لیا کرو"۔ تین کاموں کے

لئے دعوت پڑھنا جائز ہے، ایک بادشاہِ اسلام کی فتح و نصرت کے لئے کہ جب وہ دارالحرب میں کفار سے جنگ لڑ رہا ہو، دوسرے رافضیوں و خارجیوں کے دفیعے کے لئے اور تیسرے اُن منافق علما کے دفیعے کے لئے جو امر معروف کی پابندی قبول نہیں کرتے۔ اِس کے علاوہ خلقِ خدا کی آبادی و خوشحالی و جمعیت اور بارش کے لئے بھی دعوت پڑھی جا سکتی ہے۔ بعض لوگ دعوت پڑھنے میں عامل ہوتے ہیں اور بعض کو دعوت پڑھنے کی اجازت حاصل ہوتی ہے۔ کامل وہ ہے جو دعوت پڑھنے میں عامل اور اذن و اجازت میں کامل مکمل اکمل جامع نور الہدیٰ ہو، اللہ تعالیٰ کی نظر میں دائم منظور اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں دائم حضور صاحبِ توجہ، صاحبِ توحید، صاحبِ تصور، صاحبِ تصرف، صاحبِ تجرید، صاحبِ تفرید، صاحبِ توفیق، صاحبِ طریق، اور صاحبِ تحقیق بحق رفیق ہو۔ ایسے کامل صاحبِ دعوت عامل کو کیا ضرورت ہے ستارے و برج شمار کرنے کی؟ کیا ضرورت ہے سعد و نحس وقت جانچنے کی؟ کیا احتیاج ہے زکوٰۃ و قفل و دور و رد و رو بذل کی؟ کیا خوف ہے جنوں کا؟ کیا ضرورت ہے مؤکلوں کی؟ کیا حاجت ہے غسل کرنے کی؟ کیا خوف ہے رجعت و دیوانگی کا؟ اور کیا احتیاج ہے کم و زیادہ ورد و وظائف کی؟ کہ یہ سب کچھ وسوسہ و وہمات و خطرات و دیوانگی ہے خام و ناتمام غیب عالمِ جن مؤکلات کے آسیب کی۔ کامل اہلِ دعوت جب دعوت پڑھتا ہے تو گویا وہ کونین کی چابی اپنے قبضے میں لیتا ہے، اگر وہ چاہے تو اِس سے روئے زمین کی ساتوں بادشاہتوں کے کسی بھی بادشاہ کو معزول کر کے دربدر کر دے اور اگر چاہے تو کسی کو نواز کر اُسے قیامت تک بحال رکھے۔ کامل اہلِ دعوت جب قبر کی ہم نشینی میں دریائے قرآن کی دعوت پڑھتا ہے تو جب تک دعوت خوانی جاری رہتی ہے

کل مخلوقات کی ارواح، تمام انبیاؑ و اولیاؒ کی ارواح، تمام مؤمن مسلمانوں کی ارواح، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تا جملہ اصحابؓ بمعہ اصحابِ کبارؓ و حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کی ارواح کے غیبی لشکر دعوت خوان کے گرد گھیرا ڈالے رہتے ہیں۔ جب تک وہ دعوت خوانی سے فارغ نہیں ہوتا یہ ساری روحانیت اُس سے جدا نہیں ہوتی۔ اِس دعوت کو تیغِ برہنہ غالب القوت قوی دعوت کہتے ہیں۔ یہ دعوت با اعتبار ہے، اِس کے لئے مرشدِ کامل کی توجہ درکار ہے۔

جان لے کہ دعوت پڑھنے کی ترتیب کے تین درجے ہیں: ایک یہ کہ دعوت خوان اِس دعوت کو باادب ہو کر قبر کے روبرو اخلاص و توجہ سے پڑھے، یہ ثواب کا درجہ ہے۔ دوسرے یہ کہ دعوت خوان گھوڑ سوار کی طرح قبر پر سوار ہو کر بھر پور قوت سے یہ دعوت پڑھے۔ اِس طرح دعوت کے بوجھ سے روحانی عاجز ہو کر ہلاکت میں پڑ جاتا ہے اور دعوت خوان اُسے اپنے قبضے و قید و تصور و تصرف و حکم میں لے آتا ہے اور اہلِ دعوت ہر بات میں روحانی سے بے حجاب کلام کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ دعوت خوان خالص محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر یہ دعوت پڑھے اور "اُحْضُرُوْا لِلْمُسَخَّرَاتِ بَحَقِّ مَلَکِ الْاَرْوَاحِ الْمُقَدَّسِ حاضر شو" کہہ کر اِلتماس کرے تو روحانی حاضر ہو جاتا ہے اور ہر سوال کا مفصل جواب دیتا ہے۔ جو آدمی اہلِ دعوت اولیاؒ اللہ سے دشمنی و عداوت رکھے وہ دنیا و آخرت دونوں جہان میں خراب ہوتا ہے کہ جذبِ اولیاؒ قہرِ خدا کا نمونہ ہوتا ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جذبات الحق میں سے ایک جذبہ دونوں جہان کی زینت ہے۔

ابیات:- (1) "اگر تُو تصورِ اسم اللہ ذات کی راہ اختیار کرے تو اہلِ قبور

روحانیوں پر غالب ہو جائے گا"۔(2) "اہلِ دعوت اولیا اللہ کو قربِ الٰہی میں وہ مرتبہ حاصل ہے کہ اُن کی نگاہ بالائے عرش ہوتی ہے اور شمس وقمر اُن کے قدموں میں ہوتے ہیں"۔(3)" وہ روحانیوں کے ساتھ روح کی زبان سے بات کرتے ہیں، اُن کی روح لوحِ آفتاب کی طرح روشن ہوتی ہے"۔(4) "تُو جہاں چاہے وہ تیرے پاس حاضر ہو جائیں گے کہ اُن کا وجود خاص نور ہوتا ہے"۔(5)"دعوت کی انتہا و کمال یہ ہے کہ علمِ دعوت کا عامل کامل خلقت کا راہنما ہوتا ہے"۔(6)'' تُو اولیائے کاملین کا غلام ہو کر اُن کے قدموں کی خاک بن جا تا کہ تیرا ہر مطلب پورا ہو جائے"۔(7)" باھُو جن پر لطف وکرم کی نگاہ ڈالتا ہے اُنھیں صاحبِ نظر ناظر بنا دیتا ہے جنھیں سیم وزر کی حاجت نہیں ہوتی"۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"(اسم) اَللّٰہُ مومنوں کا دوست ہے جو اُنہیں ظلمات سے نکال کر نور میں لے آتا ہے"۔عارف باللہ ولی اللہ فقیر وہ ہے جو ہمیشہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتا ہے، خَلقِ خدا کی ملامت وآزار سہتا ہے مگر کسی کو دُکھ نہیں دیتا حالانکہ وہ اِس قدر قوت رکھتا ہے کہ مشرق سے مغرب تک ہر جان کا قتلِ عام کر دے۔جان لے کہ علما انبیا کے وارث اور صاحبِ ادب ہیں اور فقرا صاحبِ حکم ہیں۔ جو شخص اِن دونوں سے اخلاص ومحبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ آفات وحوادث میں اُن کی نگہبانی فرماتا ہے۔علم کانِ لعل ہے اور معرفت اللہ محبوب کا وصال ہے۔قال علمِ کل ہے اور معرفتِ وصال حل کنندۂ ہر مشکل ہے۔اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔لائق ارشاد فقیرِ کامل وہ ہے جو برائے آزمائش چار آدمیوں کو تلقین کر کے جمعیت بخشے یعنی ظل اللہ بادشاہ کو، علمائے عامل ولی اللہ کو، شیخ بے باطن کو اور جاہل کو علم کی قید میں لے آئے۔

ابیات :-(1)'' مَیں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے نورالہدیٰ ورحمتِ خدا و باطن صفا مراتب حاصل کئے ہیں''۔(2) '' مردمرشد صاحبِ نظر ہوتا ہے جو اپنی توجہ سے طالبوں کو حق الیقین کے مراتب پر پہنچاتا ہے''۔(3)''جس کا مرشد نہیں وہ شیطان کا مرید ہے اور جس کا مرشد ہے وہ اہل مراتبِ بایزید ہے''۔

مرشدِ کامل کی پہچان تلقین کے دو مراتب سے کی جاسکتی ہے کہ ایک تو وہ اپنے طالبوں کو اسم اللہ ذات کا تصور عطا کرتا ہے اور دوسرے یہ کہ وہ اُنھیں تصورِ اسم اللہ ذات سے دم بھر میں سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں پہنچا دیتا ہے۔اِن دو مراتب سے ذکر فکر کھلتا ہے،قربِ الٰہی کھلتا ہے اور ذات و صفات کے جملہ منزل و مقامات کھلتے ہیں اور ہر مرتبہ و ہر مقام طالب کے عمل میں آ جاتا ہے اور طالب اللہ مراتبِ کمالیت پا کر صاحبِ توجہ با توفیق،صدیق با تصدیق اور صاحبِ تحقیق از حق طریق بن جاتا ہے۔اگر سلکِ سلوکِ باطن میں معرفتِ خداوندی، مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری،نعمتِ الٰہی کے خزانے اور صراطِ مستقیم کی لذتِ عظمیٰ کے مراتب نہ ہوتے تو راہِ باطن کے تمام راہی گمراہ ہو چکے ہوتے۔

ابیات :-(1)'' جب باطن کا ظہور ہو چکا ہے تو تُو باطن طلب کرتا کہ تیرا شمار بھی اہلِ حضور عارفوں میں ہو جائے''۔(2)''طالبانِ مولیٰ کو حضوری میں تین مقام حاصل ہو جاتے ہیں اور اُس کے تین نشان ہیں کہ طالب صاحبِ علم و صاحبِ حلم و صاحبِ عیان عارف ہو جاتا ہے''۔

شرحِ حاضرات

کل وجز کے تمام مقامات ودرجات کو اپنے قبضے وقید وتصرف میں لانے کی چابی تمیں حروفِ تہجی اور قرآن مجید کے تمیں سیپارے ہیں۔ تمیں حروفِ تہجی کے ہر حرف سے تمیں علوم، تمیں حکمتیں، تمیں خزانے، تمیں دائرۂ نقش اور تمیں حاضرات حاصل ہوتی ہیں۔ بعض کو کلیدِ حروف کی حاضرات سے ماضی حال و مستقبل کے حقائق معلوم ہوتے ہیں اور اُن پر مقامِ ازل و مقامِ ابد و مقامِ عقبیٰ و مقامِ معرفتِ توحیدِ الٰہی کے حقائق منکشف ہوتے ہیں اور بعض پر حروفِ دائرۂ نقش کے ہر ایک حرف کی کلید حاضرات سے تجلیاتِ ذات کا مشاہدہ کھل جاتا ہے جس سے اُنھیں سات علوم حاصل ہوتے ہیں یعنی اُنھیں علمِ روشن ضمیر، علمِ کیمیائے اکسیر، علمِ دعوتِ تکسیر، علمِ نص و حدیث تفسیر، علمِ تاثیر، علمِ نظر نظیر اور علمِ برنفس امیر پر دسترس حاصل ہو جاتی ہے۔ جو آدمی اِن تمام کلیداتِ حاضرات کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے وہ لا یحتاج فقیر بن جاتا ہے، تمام جہان کی ساتوں ولایتوں کے بادشاہ اُس کے طالب مرید بن جاتے ہیں اور وہ کامل پیر بن جاتا ہے۔ مرید لایرید جب حروفِ دائرۂ نقش کی کلیدِ حاضرات کو اپنے عمل میں لاتا ہے تو اُس کے جسم و جان وقلب وقالب اور گوشت پوست ومغز وہڈیوں اور ہر بال کی زبان کھل جاتی ہے اور اُس پر اسم اَللّٰہُ کا ذکر جاری ہو جاتا ہے اور ذکر اَللّٰہُ کی تجلیات سے اُس کے وجود کا بھاری پردہ ہٹ جاتا ہے اور دائرۂ نقش حروف کے ہر حرف کی کلیدِ حاضرات سے معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ کے استغراق اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں اصحابِ کبارؓ وجمیع اصحابۂ کرام اور جملہ انبیاؑ کی مجلس وملاقات

سے مشرف ومعزز ہو جاتا ہے اور جب کلیدِ حاضرات سے باطن کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو عرشِ اکبر پر پہنچ جاتا ہے اور عرش وکرسی کے کنگروں پر لکھے ہوئے تیس حروفِ تہجی کا مطالعہ کر کے اُنھیں اپنے عمل میں لاتا ہے تو ظاہر وباطن کے تمام خزائن الٰہی اُس پر کھل جاتے ہیں اور وہ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے تو قدرتِ الٰہی سے عرشِ اکبر ولوح وقلم و کرسی وماہ تا ماہی کے تمام علوم اُسے اپنے دل کی تختی پر ایک نقطے کی طرح نظر آتے ہیں۔ جوکوئی تیس حروفِ تہجی کی کلیداتِ حاضرات کو جان لیتا ہے اُس کے لئے پڑھا ہوا اور نہ پڑھا ہوا علم برابر ہو جاتا ہے کہ اُس پر توریت وانجیل وزبور وقرآن اور عبادات و معاملات واسمِ اعظم واسمِ معظم واسمِ عظمت واسمِ کرامت کے تمام علوم منکشف ہو جاتے ہیں اور وہ روئے زمین کے ہر زندہ ومردہ اور علیّین وسجّین کے ہر غوث وقطب اولیا اللہ اور قطبِ وحدت مالک الملکی فقیر سے واقف ہو جاتا ہے۔ جوکوئی تیس حروفِ تہجی کی کلیداتِ حاضرات کو جان لیتا ہے وہ اگر کامل ہو تو مکمل بن جاتا ہے، مکمل ہو تو اکمل بن جاتا ہے اور اگر اکمل ہو تو جامع عامل بن جاتا ہے۔ تمام مؤکل فرشتوں اور اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوقات کی گفتگو وکلام اِن تیس حروف کی برکت وجمعیت سے باہر نہیں ہے۔ اِن تیس حروفِ تہجی کا نقش یہ ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ا ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض

ط ظ ع غ ف ق ک ل م ن و ہ لا ء ی

حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اے میرے بندے! میری نعمتیں

کھا اور مجھ سے اُنس رکھ کہ مَیں تیرے لئے ہر غیر ماسویٰ اللہ سے بہتر ہوں"۔ یعنی اے میرے بندے! تُو میرے ساتھ عیش کر اور مجھ سے الفت و جمعیت حاصل کر کہ مَیں تیرے لئے ہر اُس چیز سے بہتر ہوں جو میرے علاوہ ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ مطالعہءِ علم کی تحصیل سے بندہ عالم بنتا ہے، ذکر کرنے سے طالب ذاکر بنتا ہے اور اُسے ذاکر کا نام دیا جاتا ہے، الہام سے طالب صاحبِ الہام بنتا ہے اور اُسے اہلِ الہام کا نام دیا جاتا ہے، کشف و کرامات سے طالب صاحبِ کشف و کرامات بنتا ہے اور اُسے اہلِ کشف و کرامات کا نام دیا جاتا ہے، مذکور سے طالب صاحبِ مذکور بنتا ہے اور اُسے اہلِ مذکور کا نام دیا جاتا ہے، ورد وظائف تلاوتِ قرآن اور اعمالِ ظاہر کے مجاہدہ سے طالب صاحبِ مجاہدہ بنتا ہے اور اُسے اہلِ مجاہدہ کا نام دیا جاتا ہے، مشاہدہ سے طالب صاحبِ مشاہدہ بنتا ہے اور اُسے اہلِ مشاہدہ کا نام دیا جاتا ہے یعنی علم میں وہم وخیال و دلیل اور دمِ زندگی رواں ہو جاتا ہے۔ تصورِ حضور سے طالب صاحبِ حضور بنتا ہے اور اُسے اہلِ حضور کا نام دیا جاتا ہے، حصولِ قرب سے طالب صاحبِ قرب بنتا ہے اور اُسے اہلِ قرب کا نام دیا جاتا ہے اور وہ تجلیاتِ نورِ المبین سے علم الیقین وعین الیقین وحق الیقین تک پہنچ جاتا ہے یعنی علم سے اُس نے جو کچھ جانا اُسے چشمِ باطن سے دیکھا اور جو کچھ دیکھا اُس سے فنا تک پہنچا اور جب فنا ہوا تو حق کو پایا، حق سے حق تک پہنچا، حق سے حق کو دیکھا، حق سے حق کو سنا، حق سے حق کو لیا اور صاحبِ حق کہلایا۔ اِس طرح ہر ایک مرتبے سے اُسے ایک نام ملا یعنی ولی اللہ عارف باللہ، واصل اولیأ اللہ، غوث وقطب ابدال اوتاد اور اخیار وغیرہ۔ یہ سب مذکورہ بالا مراتب طالب کے لئے اُس تیس حرفی قاعدے کی مثل ہے جس کا سبق بچوں کو اُن

کے بچپن میں دیا جاتا ہے۔

پس فقر کیا ہے اور فقر کے مراتب کیا ہیں؟ فقر دریائے توحید میں غرق ہوکر فردانیتِ فنافی اللہ میں فرد ہونے کا نام ہے۔ یہاں پہنچ کر طالب ہر مرتبے پر غالب ہو جاتا ہے۔ فقر کا یہ مرتبہ ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ صاحبِ فقر مرشد کامل طالب اللہ کے ساتوں اندام کو تصورِ اسم اللہ ذات کی سات مشقوں سے پختہ نہ کردے اور اُس کی ہستیٔ نفس کو تصرفِ اسم اللہ ذات کی سات مشقوں سے نیست ونابود نہ کردے۔ اِس کے بعد طالب اللہ غرقِ انوار ہوجاتا ہے جو مطلق غرقِ نورِ دیدار کا مرتبہ ہے۔ یہاں پر پہنچ کر کسی اور طرف متوجہ ہونا طالب اللہ پر مطلق حرام ومردار ہوجاتا ہے۔ جو کوئی اِن آثار کے ساتھ فنافی اللہ فقیر پروردگار ہوجاتا ہے وہ شریعتِ ظاہر میں ہوشیار اور باطن میں باطل سے بے زار رہتا ہے۔ جو کوئی فقر کے اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اُس پر کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے چوبیس حروف سے چوبیس ہزار تجلیات نازل ہوتی ہیں جن کا تعلق سر میں مغز و دماغ میں ہوتا ہے۔ دفترِ فقر میں ایسے فقیر کو مالک الملکی فقیر کہتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" میرے پروردگار! تُو جو اچھی چیز میری طرف اُتارے مَیں اُس کا حاجت مند ہوں"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے"۔ فقیر ہونا آسان کام نہیں ہے۔ فقر میں عظیم اسرار پائے جاتے ہیں۔ صاحبِ جمعیت فقیر فنافی اللہ ذات ہوتا ہے، وہ کشف وکرامات کے بے جمعیت مقامات ودرجات سے دور رہتا ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ پس مراتبِ فقر کو وہ شخص جانتا ہے جو فقر تک پہنچا ہو، جس نے فقر کی لذت کو چکھا ہو، فقر کو اختیار کیا ہو اور سلطان الفقر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ فرمانِ حق تعالیٰ

ہے :- " جو شخص یہاں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا"- بہت سے فقیر فقر کے صرف نام تک ہی پہنچتے ہیں، ہزاراں ہزار میں سے بہت کم فقیر فقر کے کمال تک پہنچتے ہیں- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے"- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " فقر اَللّٰہُ کے سوا کسی چیز کا حاجت مند نہیں ہوتا"- فقیر کا کلام کنہٗ قضا سے متفق ہوتا ہے- یہ رضائے فقر کا مرتبہ ہے اور رضائے فقر قضائے فقر سے متفق ہے- فقر کے مراتب کسی کے وہم و فہم میں نہیں آتے کہ یہ قلبِ سلیم بحق تسلیم کے مراتب ہیں- فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "اور مَیں نے اپنے اختیارات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیئے ہیں، بے شک وہ اپنے بندوں کی نگہبانی فرماتا ہے"- پس معلوم ہوا کہ فقیر اہل خدا ہوتا ہے اور اہل درجات اہل ہوا ہوتا ہے- اہل خدا اور اہل ہوا کو ایک دوسرے کی مجلس راس نہیں آتی- پس جان لے کہ سالکِ حضوری سلکِ حضوری کو مشقِ وجودیہ سے کھول کر دکھا دیتا ہے-

یاد رہے کہ غوث و قطب تین طرح کے ہوتے ہیں- بعض کو طیر سیر طبقات کی توفیق حاصل ہوتی ہے، اُنھیں غوث قطب دہقانی کہتے ہیں، یہ ایک دوسرے سے ولایت بہ ولایت منسلک رہتے ہیں- دوسرے غوث و قطب روحانی ہیں جو رفیقِ حق ہوتے ہیں- یہ قبروں میں جسم و جان کے ساتھ آتے جاتے ہیں- یہ فانی دنیا سے تارک فارغ ہوتے ہیں اور ہمیشہ اشتغالِ معرفت میں محو رہتے ہیں- ان کے احوال و اقدار کا دارومدار ملکِ عظیم پر ہے، یہ صفتِ کریمی سے متصف ہوتے ہیں- یہ خود کو گم نام رکھ کر خلقت سے پوشیدہ رہتے ہیں اور ہر دم لاھُوت لامکان میں حاضر رہتے ہیں- تیسرے غوث و قطب تو حید حق کے دریائے عمیق میں غرق صاحبِ تحقیق ہوتے ہیں-

اُنھیں فقیرِ حقیقی کہتے ہیں- اُن کے وجود سے حق نکلتا ہے، وہ حق کو حق سے ملاتے ہیں- وہ حقیقتِ فنا فی اللہ کے محقق، بحق فنا، بحق بقا اور فنا فی اللہ بقا باللہ ہوتے ہیں جیسا کہ قدرتِ سبحانی، معشوقِ ربانی حضرت شاہ عبد القادر جیلانی قدس سرّہ العزیز ہیں- اہل مراتب کو تمام مراتب حضرت شاہ عبد القادر جیلانی قدس سرّہ العزیز سے عطا ہوتے ہیں- آپؓ کا منکر بے دین وبدکیش و پریشان حال رہتا ہے- فقیر باھُو کہتا ہے :-" غنایت کی بنیاد ہدایت ہے"-ہدایت سات قسم کی ہے: چار قسم کی ہدایت کا مجموعہ علم و عمل و فیض وتقویٰ میں ہے اور تین قسم کی ہدایت کا مجموعہ باطن میں نفس کی شناخت، ہوائے نفس سے خلاصی اور اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان میں ہے- جب کسی کو ہدایتِ کامل نصیب ہو جاتی ہے تو وہ زبانِ قدرت سے بولتا ہے، کانِ قدرت سے سنتا ہے اور چشمِ قدرت سے دیکھتا ہے- جو آدمی اعتقاد کے اِس درجے پر پہنچ جائے اُس کا نفس خصائل بد سے پاک ہو جاتا ہے اور خدا کو پہچان کر راہِ معرفت میں قدم رکھ لیتا ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " جس نے اپنے نفس کو پہچانا، بے شک اُس نے اپنے ربّ کو پہچانا، جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا، بے شک اُس نے اپنے ربّ کو بقا سے پہچانا"- عارف باللہ جب اِس طرح نفس کو پہچان لیتا ہے تو اُسے معرفتِ الٰہی حاصل ہو جاتی ہے- فقیر وہ ہے جسے اللہ کے سوا کسی کی حاجت نہ ہو-

ابیات :- (1) "لا یحتاج فقر کے دو گواہ ہیں، ایک غیر اللہ سے جدائی اور دوسرے ترکِ عزوجاہِ دنیا"-(2)" انبیأ عزوجاہِ دنیا سے پاک تھے اور اولیائے اَللّٰہُ پر ترکِ دنیا فرض ہے"-

فقیر دو مراتب سے لا یحتاج ہوتا ہے، ایک تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے

معرفتِ قرب اللہ حضور کے مشاہدہ سے اور دوسرے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باتوفیق دائم حضوری کی قوتِ قوی سے۔ فقیر کے لئے عین ضروری ہے کہ وہ اہلِ قبور کی ارواح سے استمداد حاصل کرنے کے لئے علمِ دعوتِ قبور کو اپنے عمل میں لے آئے۔ اگر تُو کسی دیوار پر حروفِ علم وعلما کی صورت اور اسم اللہ ذات وفقرا کی صورت کا نقش بھی دیکھے تو اُن کا ادب کر کہ یہ دونوں گروہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ، صاحبِ معرفت اور لائق دیدارِ پروردگار برزگوار ہیں۔ جو بھی اِن کی دوستی کا دامن پکڑتا ہے وہ سلامتیٔ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔

جان لے کہ ہر طریق وہر علم کے لئے ابتدائی قاعدہ اور ایک راہ ہے، بے مرشد و بے اُستاد و بے علم و بے قاعدہ و بے راہ آدمی گمراہ ہے۔ قادری طریقے کے طالب مرید کا ابتدائی قاعدہ اُس کے سات اندامِ وجود کا قلعہ ہے جس میں اُس کا قلب وقالب قید ہوتا ہے تو اُس کا نفس تزکیہ حاصل کر کے نور ہو جاتا ہے، اُس کا قلب زندہ ہو کر معیتِ الٰہی میں الہام و ذکر مذکور سے مشرف ہوتا ہے اور اُس کی روح قرب اللہ حضوری کا مشاہدہ کرتی ہے۔ جب قادری فقیر کے ہفت اندام کے ساتوں قلعے نور ہو جاتے ہیں تو قادری عارف باللہ تصورِ اسم اللہ ذات یا ذکرِ ضربِ کلمہ طیبات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی حاضرات سے دیدارِ الٰہی کے لائق ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ یہ سبق استادِ کامل مرشدِ مکمل سے حاصل کرے۔ اگر وہ اِس قاعدے کا یک حرفی سبق "اَللّٰهُ" پڑھ لے تو اُس کی چشمِ باطن روشن ہو جاتی ہے اور وہ مراتبِ معرفتِ الٰہی کے دائم مشاہدے میں غرق رہتا ہے۔ جو کوئی طریقِ تحقیق سے پہلے ہی روز اِس یک حرفی قاعدے کا سبق پڑھ لے اُس سے دنیا و آخرت کی کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔ نام کے

قادری بہت ہیں مگر عارفِ تمام قادری بہت کم ہیں۔ قادری فقیر کو اِس بات سے شناخت کیا جا سکتا ہے کہ وہ معرفتِ الٰہی توحید کا دریا نوش ہوتا ہے، وہ بادہ فروش ہرگز نہیں ہوتا۔ قادری کا مرتبہ قرب وجمعیت کا مرتبہ ہے۔ قادری قاتل نفس قتال ہوتا ہے۔ قادری بے غلط غنی ہوتا ہے۔ قادری حق پسند ہوتا ہے، وہ بدعت وسرود وحسن پرستی اور ہوائے انا پرستی سے بے زار ہوتا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو ہوتے تو ہیں مرتبہ تلمیذ الشیطان پر لیکن دعویٰ کرتے ہیں تلمیذ الرحمٰن ہونے کا، ہوتے تو ہیں قیدِ خطرات و وساوسِ شیطان کے مرتبے پر مگر دعویٰ کرتے ہیں مراتبِ اویسی کا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ " جس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی"۔

جان لے کہ خاموشی میں رحمانیتِ الٰہی کی ستر ہزار حکمتیں ہیں۔ایسی خاموشی کا تعلق مشاہدۂ معرفتِ حضور سے ہے۔اِس میں دل فرمانِ الٰہی " فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ" (پس تم میرا ذکر کرو مَیں تمہارا ذکر کروں گا) کے مطابق ذکر اللہ کے دَور مدور کرتا ہے اور ذکر بہ مذکور، الہام بہ الہام اور پیغام بہ پیغام جواب باصواب پا کر اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور رہتا ہے۔ سِرِّ ہدایت کے طریق تحقیق سے ایسی خاموشی میں طالب اللہ کفر وشرک وبدعت کی گفتگو سے فارغ رہتا ہے۔جس خاموشی میں یہ اوصاف نہیں اور وہ معرفتِ الٰہی وصال سے خالی ہے اُس سے صدقہ بہتر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ " صدقہ عجیب شے ہے"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔جان لے کہ خاموشی میں نفاق بھی ہوسکتا ہے اور جس خاموشی کا تعلق نفاق سے ہو اُس کا اتفاق شیطان کے ستر ہزار فتنہ وفریب سے ہوتا ہے۔ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "مَیں صاحبِ حلم آدمی کے غیض وغضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"- جو آدمی معرفتِ الٰہی کے کمال و تمامیت پر پہنچ جائے اُس کے لئے خاموشی و گویائی، مستی و ہوشیاری اور خواب و بیداری برابر ہو جاتی ہے کیونکہ اِس درجہ پر اُسے کامل مکمل و اکمل و جامع مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور وہ ہر وقت تصورِ اسم اللہ ذات و ذکر اللہ سے قرب اللہ توحید کی حضوری میں غرق ہو کر فنافی اللہ رہتا ہے- ظاہر و باطن کے تمام مراتب اُس کی قید و قبضے میں ہوتے ہیں- اُسے تجرید و تفرید کے مراتب حاصل ہوتے ہیں اِس لئے اُس کا ہر عمل و ہر قول اللہ تعالیٰ کے حکم و حکمت سے خالی نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے کام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر میں گناہ تھے حالانکہ باطن میں حضرت خضر علیہ السلام کے کام عین ثواب و راستی کے کام تھے کہ آپ نے کشتی کو توڑا، بچے کو قتل کیا اور دیوار کو بنایا اور سورۃ کہف میں درج ہے کہ اِن کاموں پر اعتراض کے جواب میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا :-"اب میرے اور آپ کے درمیان علیحدگی ہی بھلی"-

ابیات :-(1) "اللہ تعالیٰ نے جب کسی قوم پر کوئی بلا و آفت نازل کی تو اُس کے نیچے ایک گنجِ کرم بھی رکھ دیا"-(2)"اے باھُو ! طالب اگر صبر سے کام لے تو بہت فائدے میں رہتا ہے ورنہ جاسوس طالب ہمیشہ خسارے میں رہتا ہے"-(3)" عقلمندوں کے لئے یہ خاموش رمز ہی کافی ہے کہ بے شعور لوگ وصالِ حق تک نہیں پہنچ سکتے"-

عالم سرمایۂ ایمان ہے اور جاہل شیطان سے بدتر شیطان ہے-ایسا مرشد کامل تلاش کرنا چاہیے جو پل بھر میں واصل بحق کر دے-جان لے کہ طالب مرید

قادری کو جو کچھ بھی ملے گا وہ قادری مرشد ہی سے ملے گا، اگر وہ کسی دوسرے طریقے کے مرشد کی طرف رجوع کر کے اُس کا مرید بنے گا تو وہ مرتبۂ یزید پر پہنچے گا اور اگر وہ کسی اور طریقے سے کچھ طلب کرے گا تو اُس سے برکت سلب ہو جائے گی اور وہ کتے کے مراتب پائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ہر طریقے کی خلافت حاصل ہے تو اُس پر اعتبار نہ کیا جائے کہ وہ حرامی کئی باپ رکھتا ہے، اُس کا یہ دعویٰ سراسر بکواس ہے۔ قادری طالب مرید لایحتاج ہوتا ہے، وہ نرشیر ہوتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ وہ کسی اور طریقے کی طرف رجوع کرے کہ قادری طالب مرید ہر طریقے پر غالب ہوتا ہے۔

ابیات:۔(1) "اے باھُو! جو بھی قادری طریقے کا طالب مرید بنتا ہے وہ دین میں قوی ہو کر ہر وقت مجلسِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر رہتا ہے"۔(2) "قادری کے لئے اُس قادر کا کرم ہی کافی ہے کہ وہ شہنشاہ جس کا پیشوا بن جائے وہ ہر غم سے آزاد ہو جاتا ہے"۔(3) "مَیں حضرت میراں شاہ محی الدین کا مرید ہوں، خاک پڑے اُن کے منکروں کے سر پر جو اُن پر یقین نہیں رکھتے"۔(4) "اُس سر چشمۂ ہدایت کا منکر گویا حیوان ہے، جو بھی اُن کا مرید بنتا ہے وہ صاحبِ نظر ہو جاتا ہے"۔(5) "باھُو اُن کے غلاموں کے غلام کا بھی خاکِ پا ہے کہ حضرت شاہ میراں راہِ خدا کا ہدایت بخش راہنما ہے"۔

جو مرشد طالب اللہ کے وجود میں حاضراتِ اسم اللہ ذات سے ہر ایک مقام کی ابتدا و انتہا کو ایک ہی دم میں اور ایک ہی قدم پر کھول کر دکھا نہیں سکتا اُسے مرشد نہیں کہا جا سکتا کہ وہ محرمِ قال ہے محرمِ معرفت اللہ وصال نہیں۔ اللہ بس ماسوئ اللہ ہوس۔ جان لے کہ جس نے بھی راہِ فقر میں اللہ کو پایا علم ہی سے پایا اور جس نے بھی اُسے

پہچانا علم ہی سے پہچانا کہ "بےعلم نتواں خدا را شناخت" (بے علم خدا کونہیں پہچان سکتا)۔اِس علم کی جان کاری وانکشافِ ہدایت وانکشافِ فیض اور عین العیان انکشافِ معروف کاعلم نورِ قلب سے منکشف ہوتا ہے کہ اِس کا تعلق صفات القلب سے ہے۔ ایسے قلب کوقلب النور کہتے ہیں اور قلب النور وہ ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور رہے اور ہمیشہ اِلہام و ذکر مذکور اور مشاہدۂ معرفتِ قربِ اللہ تو حید حضور سے مشرف رہے۔ایسے صاحبِ قلب کاعلم حضوری سے ہوتا ہےاور اُس کا اِلہام ومراقبہ و فکر و مکاشفہ وتوجہ و دلیل و وہم وخیال اور معرفتِ وصال سب حضوری سے ہوتا ہے کیونکہ حضوری کے بغیر نہ تو قلب کی حیات وجسم کی نجات ممکن ہے اور نہ ہی تحقیق تصدیقِ قلب نصیب ہوتی ہے خواہ بظاہر قلب بلند آواز کے ساتھ کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا ہویا جوش وخروش کے ساتھ اللہ کے نام کے نعرے لگا تا ہو کہ اِس سے قلب وزبان میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ جس طرح زبان گوشت کا ٹکڑا ہے اُسی طرح قلب بھی گوشت کا ٹکڑا ہے۔ قلبِ نفاق سے ہرگز پاک نہیں ہوتا نہ وہ خناس وخرطوم و وسوسہ و وہمات وخطراتِ شیطانی وہوائے نفسانی سے خلاصی پاتا ہےاور نہ وہ مع اللہ اخلاص کے مرتبۂ خاص پر پہنچتا ہے جب تک کہ اُسے تصورِ اسم اللہ ذات کی تاثیر سے حیات نہ بخشی جائے ،آبِ حیات وآبِ کوثر سے غسل نہ دیا جائے ، تو حید میں نہ لپیٹا جائے ،لباسِ اسم اللہ ذات نہ پہنایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے مدِّنظر نورِ تصدیق سے مشرف نہ کیا جائے۔ایسا صاحبِ قلب جو کچھ دیکھتا ہے وہ حضوری کے نور سے رویتِ ربوبیت ومعرفتِ توحید کا دیدار کرتا ہے۔ حضوری کا نور دیکھنے سے اُسے مشاہدۂ معرفتِ دیدارِ توحید حاصل ہوتا ہے۔یہ ہیں مراتب قلبِ بیدار کے۔

ابیات :-(1) "اے دل تُو حیاتِ جاوداں کے لئے کوشش کیوں نہیں کرتا؟ یہ شربتِ شیریں تُو کیوں نہیں پیتا؟"- (2) "جب دل زندہ ہو جائے تو کبھی مرتا نہیں اور بیدار ہو جائے تو کبھی سوتا نہیں"-

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "میری آنکھ سوتی ہے مگر دل نہیں سوتا"- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "جس نے اپنے قلب کی نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی"- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "مَیں نے اپنے قلب میں اپنے ربّ کو دیکھا"- ایک قلب وہ ہے جو شیطان کی دو انگلیوں میں ہوتا ہے اور ایک قلب قدرتِ رحمٰن کی دو انگلیوں میں ہوتا ہے- قلب کی تحقیق ذوقِ طلب کی لذت سے ہوتی ہے کہ یہ اُس کی اصل ہے- جب قلب و قالب تصورِ اسم اللہ ذات سے زندہ ہو جائیں تو دونوں جہان قلب کی طے میں آجاتے ہیں- صاحبِ قلب مرشد دونوں جہان کا تماشا قلب کی طے میں کھول کر دکھا دیتا ہے- جان لے کہ جنبشِ قلب دو علم و حکمت سے خالی نہیں ہوتی- یا تو یہ جنبش جہادِ نفس میں تیغِ توجہِ خاص سے ہوتی ہے جو ہر دم میں نفسِ موذی کو قتل کرتی ہے اور وجود میں حرص و حسد و طمع اور کبر و ہوا کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور قلب صدق و صفا پا کر مقرب الحق بخدا ہو جاتا ہے یا جنبشِ قلب ہوائے نفس سے یا جہولیتِ علمِ شیطان سے یا وسوسہ و خطراتِ پریشان سے ہوتی ہے- صاحبِ قلبِ خاص الخاص کے پاس علمِ عین ہوتا ہے کہ اُس کے لئے یہ علم حاصل کرنا فرضِ عین ہوتا ہے- قرآن و نص و حدیث کے مطابق علمِ عین رحمٰن کے موافق اور شیطان کے مخالف ہے- جو قلب تصورِ اسم اللہ ذات سے جنبش میں آجائے وہ نورِ الٰہی سے معمور ہو کر اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور ہو جاتا ہے- ایسا قلب عین العیان

ایک دم کے تصورِ اسم اللہ ذات سے ستر ہزار ختمِ قرآن کا ثواب پاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"بے شک اللہ تعالیٰ نہ تو تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ اُس کی نظر تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں پر ہوتی ہے"۔

بیت :۔" عارفوں کا قلب وقالب وصالِ الٰہی میں غرق ہوتا ہے، اُنھیں دائم لازوال وصالِ حق نصیب رہتا ہے"۔

مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو ہوتے تو ہیں طالبِ مردار کتے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ذاکرِ قلب ہیں۔ مراتبِ قلب وہ آدمی جان سکتا ہے جو نورِ قلب سے مشاہدۂ حضوری تک پہنچ کر معرفت اللہ توحید حاصل کر چکا ہو۔ صاحبِ قلب کا قلب زندہ وقالب مردہ ہوتا ہے، اُسے ہر حقیقت سے آگاہی اور حضورِ حق تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اِن مراتب پر وہ سروری قادری فقیر پہنچتا ہے جو طلبِ غیر سے تارک فارغ اور لایحتاج و بے طمع و بے ریا ہو۔ اگر کوئی دوسرا اِس کا دعویٰ کرے تو وہ غلط ہو گا کہ اُس کا یہ دعویٰ سراسر ہوائے نفس سے ہو گا۔ علمِ قلب حضورِ حق کا علمِ لدنی ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ علم کے معنی ہیں جاننا، کس چیز کو جاننا، کس چیز کو پہچاننا اور کس چیز کو پانا؟ علمِ قلب زبان پر عین سے آتا ہے کہ اِس کا تعلق عین سے ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" پڑھ اپنے ربّ کا نام لے کر جس نے مخلوق کو پیدا کیا اور پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھ کہ تیرا پروردگار عزت والا ہے جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے۔ اُس نے وہ علم سکھایا انسان کو جو کوئی نہیں جانتا تھا"۔ قلب جب علمِ قلب سے زبان کھول کر بولنے لگتا ہے منہ کی زبان بولنے سے رک جاتی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ

ہے :-" میرا نبی اپنی خواہش سے ہرگز نہیں بولتا"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-"جو خاموش رہا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا"۔ جسے قربِ اللہ نصیب ہو جائے وہ ہمیشہ نظر و نگاہِ قلب کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " جس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قلبِ سلیم پیش کیا"۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ دل کی آنکھیں کھول اور عین (ذاتِ حق تعالیٰ) کو عینِ قلب (چشمِ قلب) سے دیکھ ۔ یہ مراتبِ اہلِ حق الیقین ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" اور مَیں تمھاری جان کے اندر ہوں کیا تمھیں دکھائی نہیں دیتا"۔ تصورِ اسم اللہ ذات سے ہر وقت ہزاراں ہزار تجلیاتِ نور دل پر نازل ہوتی رہتی ہیں جس سے دل روشن تر رہتا ہے کہ اُس پر ہر وقت آفتاب سے روشن تر معرفتِ الٰہی کا بے حجاب نور برستا رہتا ہے اور وہ کھلی آنکھوں سے انتہائی غیب الغیب انکشافات کا مشاہدہ اِس آیتِ کریمہ کے عین مطابق کرتا ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-"اور آدم کو تمام اسما کا علم سکھایا گیا"۔ اِس مقام پر اُسے اللہ تعالیٰ کی معیت میں جمعیت و اُنس و قرار نصیب ہوتا ہے اور وہ خَلق سے دُور بھاگتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جو بھی فتنہ و فساد پیدا ہوا وہ اختلاطِ خَلق سے ہوا اور اُس وقت سے آج تک کسی کو بھی سلامتی نصیب نہیں ہوئی سوائے اُس شخص کے جو اختلاطِ خَلق سے محفوظ رہا۔ ایک شخص نے کسی بزرگ سے وصیت چاہی تو جواب ملا کہ کلہاڑی سے اپنے دونوں پاؤں اور چھری سے اپنے دونوں بازو کاٹ ڈال۔ سائل نے عرض کی کہ اِس کی ہمت کس میں ہے؟ جواب ملا کہ اگر تُو یہ کام کر لے تو سِرّ کی زبان بولے گی اور ہمت کے کان اللہ تعالیٰ کا کلام سنیں گے۔ اِس کے لئے ضروری ہے کہ ظاہر کی زبان گونگی اور ظاہر کے کان بہرے کر لئے جائیں۔ اِسی طرح زبان کو کاٹا اور ہاتھوں کو توڑا

جا سکتا ہے۔اِس کے بعد فرمایا کہ انبیاؑ کے بعد حکما ہیں اور نبوت کے بعد کچھ نہیں سوائے حکمتِ امورِ شرع کے اور حکمت کی پہلی نشانی خاموشی ہے، ہاں مگر بوقتِ ضرورت بولنا روا ہے۔پھر فرمایا کہ عارف کی خاموشی اُس کی نیکی اور گفتگو اُس کی خوش نوائی ہے۔پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے سے آٹھ چیزیں چاہتا ہے۔اُن میں سے دو چیزیں دل سے متعلق ہیں، ایک احکامِ الٰہی کی تعظیم اور دوسری خَلقِ خدا پر شفقت۔دو چیزیں زبان سے متعلق ہیں، ایک اقرارِ توحید اور دوسری خَلقِ خدا کی رفاقت۔دو چیزیں اعضائے بدن سے متعلق ہیں، ایک طاعتِ الٰہی اور دوسری مؤمن بھائیوں سے دوستی اور دو چیزیں خُلق سے متعلق ہیں، ایک قضائے الٰہی پر صبر اور دوسرے سلوکِ خَلق پر صبر۔

حاتم سے کسی نے کہا کہ فلاں آدمی کے پاس بکثرت مال و دولت جمع ہے۔ اُنھوں نے پوچھا کہ کیا اُس آدمی نے دائم زندگی کا بندوبست بھی کر رکھا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: ایسا مال مردے کے کس کام کا؟ حاتم سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کی کوئی خواہش بھی ہے؟ جواب دیا کہ ہاں ہے۔فرمایا: کون سی؟ جواب دیا: تُو مجھے دیکھ اور مَیں تجھے دیکھوں [1] کیونکہ جس کے پاس عبرت ہے اُس کے پاس ڈھیروں مال ہے اور جس کے پاس عبرت نہیں اُس کے پاس کچھ بھی نہیں۔جس نے اِس بات پر اعتبار کر لیا وہ معائنہ و نصیحت سے مستغنی ہو گیا۔ آپ نے مزید فرمایا:۔" تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو: ایک غافل علما سے، دوسرے تساہل پسند قاریوں سے اور تیسرے جاہل صوفیا سے۔جو کوئی چاہے کہ اُس کا دین اور بدن سلامت رہے اور وہ ہر غم سے آزاد رہے تو وہ خَلق سے الگ ہو جائے کہ یہ زمانہ عزلت پسندی و تنہائی کا ہے"۔مزید فرمایا:۔"پانچ

[1]:۔ یعنی تُو مجھے دیکھ کر نصیحت پکڑ اور مَیں تجھے دیکھ کر عبرت حاصل کروں۔

چیزوں کے سوا تمام دنیا فضول ہے، یعنی اس قدر خوراک کہ جس سے زندہ رہا جا سکے، اِس قدر پانی کہ جس سے پیاس بجھ سکے، اِس قدر لباس کہ جس سے ستر پوشی ہو جائے، اِس قدر جائے رہائش کہ جس میں گزر بسر ہو سکے اور اِس قدر علم کہ جس سے کاروبارِ حیات چل سکے "۔ پھر فرمایا:-" جو گناہ شہوت کے سبب سے ہو اُس کی بخشش کی اُمید رکھی جا سکتی ہے لیکن جو گناہ کبر کے سبب سے ہو اُس کی بخشش کی اُمید نہیں رکھی جا سکتی کہ ابلیس کا گناہ کبر کی وجہ سے تھا اور آدم علیہ السلام کی خطا شہوت کی وجہ سے تھی "۔
جوابِ باھُو غلامِ طالب مریدِ قادری:-" اے صاحبِ تذکرۃ الاولیاؑ! تذکرۂ خدا بھی سن لے کہ سالکین کا سلک سلوک دو طرح کا ہوتا ہے، ایک سلک سلوکِ نمازِ نوافل صوم وصلوٰۃ اور دوسرا سلک سلوکِ ترکِ ماسویٰ اللہ غرق فنا فی اللہ "۔

بیت:-" جو شخص معرفتِ سبحان کے اِس مرتبے پر پہنچ جائے وہ عارفِ خدا بن کر خود کو کبر و ہوا سے باز رکھتا ہے "۔

الغرض! نفس کی زندگی لذتِ دنیا و معصیتِ شیطان سے ہے، قلب کی زندگی ذکرِ رحمٰن میں تصرفِ جان سے ہے، روح کی زندگی فنا فی اللہ بقا باللہ میں ہے جہاں طالب خود کو فنا کر کے مشاہدۂ نورِ خدا کے استغراق میں بقائے اسرارِ معرفتِ سبحان سے مشرف رہتا ہے۔ جو شخص یہ طریق تحقیق نہیں جانتا وہ بے جمعیت و پریشان ہے۔

ابیات:-(1)" جو شخص غیر اللہ سے اُمید رکھتا ہے وہ راہِ صفا تک کہاں پہنچ سکتا ہے؟"(2)" جو شخص اپنی ہستی مٹا دیتا ہے اُس کا نام اور اُس کی آواز بھی مٹ جاتی ہے اور وہ غرق فنا فی اللہ ہو کر رازِ رحمتِ ربّ کو پا لیتا ہے "۔(3)" جو شخص تصورِ اسم اللہ ذات کے شغل سے صاحبِ نجات بن جاتا ہے وہ مردہ دل کو شوقِ حق سے زندہ

کر دیتا ہے"۔(4) "پھر اُسے لوگوں کی پسندیدگی کی حاجت نہیں رہتی۔اے طالب! تُو کب تک ہوائے نفس میں گرفتار رہے گا"۔(5) "جو آدمی اللہ تعالیٰ کے فیض و فضل کی پناہ میں آجاتا ہے وہ تمام خطرات وخلل سے محفوظ ہو جاتا ہے"۔

مجھے حیرت ہوتی ہے اُن احمق لوگوں پر جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم " فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ " (دوڑو اللہ کی طرف) کو " فَفِرُّوْٓا مِنَ اللّٰهِ " (بھاگو اللہ سے دُور) سمجھ لیا ہے (اور وہ اللہ سے دُور بھاگ رہے ہیں)۔اہل حق محقق معرفتِ الٰہی اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے مشرف ہو کر ظاہر باطن میں حق و باطل کی تحقیق حاصل کر لیتا ہے۔جان لے کہ بندہ جب تک ظاہری حواس کو بند کر کے باطنی حواس کو نہیں کھولتا اور باطنی حواس سے محبت، معرفت، مراقبہ اور غرق فی اللہ نورِ ذات حضوری کے مراتب کا عین بعین مشاہدہ نہیں کرتا اُس کا باطن باطل پر رہتا ہے اور جب تک باطنی ذکر فکر سے اُس کے وجود سے طمع، حرص، حسد اور کبر و ہوا جیسے ناشائستہ اوصافِ ذمیمہ اور خصائل بد کا خاتمہ نہیں ہوتا اور وہ تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، تجلیۂ روح اور تجلۂ سِرّ سے سراپردۂ اسرار اُٹھا کر عین بعین مشاہدہ نہیں کرتا اُس کا باطن باطل پر ہی رہتا ہے۔جس شخص کے ذکر جہر سے اُس کے نفس پر قہر نہ برسے اور ذکر حامل سے اُس کا لطیف روحانی جثہ کامل نہ ہو سکے، اُس کی چشمِ باطن نہ کھل سکے اور اُس کے باطن کا عکس اُس کے ظاہر پر دکھائی نہ دے تو اُس کا بھی باطن باطل پر ہے اور اُس کے باطن سے وہم و وسوسہ و خطرات کی نفی نہیں ہوتی اور اُسے دولتِ باطن سے نہیں نوازا جاتا۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اپنے ربّ کو پکارو عاجزی اور خفیہ طریقے سے"۔ذکرِ خفی کے ذاکر سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں رہتی، ہر مخفی معاملہ اُس پر کھل جاتا ہے اور وہ

اُسے کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔اگر اُسے اِس طرح کی تحقیق حاصل نہیں تو اُس کا باطن باطل پر ہے۔جو شخص باطن میں ذکر،فکر،مراقبہ اور مکاشفہ میں غوطہ زن ہو کر معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ میں غرق نہیں ہوتا ،مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے عین بعین مشرف و مفتخر و سربلند نہیں ہوتا اور فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اختیار کر کے خُلقِ عظیم اور صفتِ کریم سے آراستہ نہیں ہوتا تو اُس کا بھی باطن باطل پر ہے۔جو شخص عنایتِ فقر سے سرفراز ہو کر باطن میں دل کا غنی اور مالک الملکی فقیر نہیں ہوتا اور صاحبِ ولایت ہو کر راہنمائے خَلق نہیں بنتا تو اُس کا بھی باطن باطل پر ہے۔جس کے علمِ تفسیر کی تاثیر لوگوں پر اثر انداز نہیں ہوتی اور اُس کے طالب روشن ضمیر ہو کر نفس پر امیر نہیں ہوتے تو اُس کا بھی باطن باطل پر ہے۔جس کا باطن ظاہر کے موافق نہیں اور وہ اہلِ بدعت ،خلافِ شرع ،موافقِ شیطان اور مخالفِ قرآن ہو تو اُس کا بھی باطن باطل پر ہے یعنی اگر کوئی سرود پرست ہے اور خود پرستی و ہوائے نفس کے استدراج میں مبتلا ہے تو اُس کا بھی باطن باطل پر ہے۔اگر کوئی علما کا دشمن ہے ،کبر وہوا اور خود نمائی کا رسیا ہے اور معرفتِ کبریا کے لحاظ سے ظاہر باطن میں اہلِ تقلید ہے تو اُس کا بھی باطن باطل پر ہے۔جو آدمی احوالِ باطن سے بے خبر ہے،خدائے تعالیٰ سے یکتا نہیں ،معیتِ حق تعالیٰ سے بے حاصل ہے اور روزِ الست میں ارواح کی صف بندی کے احوال سے واقف نہیں اور خود کو مست کہتا ہے اُس کا بھی باطن باطل پر ہے۔جان لے کہ ذکر بر از کا تعلق مراتبِ غرق و ترکِ وجود سے ہے نہ کہ شور و غل اور آواز سے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-"اور اپنے ربّ کا ذکر اِس محویت سے کر کہ تُو خود کو بھی بھول جائے"۔جس کا ذکر اِن صفات سے متصف نہیں اُس کا باطن باطل پر ہے۔اگر باطن میں راہِ تحقیق سے

ارواحِ انبیا و اولیا اللہ سے مجلس وملاقات کی توفیق نہ ہوتی، معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ میں تجلیاتِ ذات کا مشاہدہ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری نہ ہوتی، ذکرِ اَللّٰہُ سے وجود غرق فنا فی اللہ ہو کر ہوائے نفس سے خلاصی نہ پاتا اور باطن میں ایسی نعمتِ عظمیٰ اور سعادتِ کبریٰ نہ ہوتی تو راہِ باطن کے تمام راہی گمراہ ہو چکے ہوتے۔

صحیح باطن یہ ہے کہ انسان کا ظاہر باطن ذکر فکر سے پاک و طاہر ہو جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "جو باطن ظاہر کے خلاف ہو وہ باطل ہے"۔ لہٰذا باطن یہ ہے کہ اگر بنائے اسلام کے متعلق جس چیز کو شریعت روا رکھے وہ مبارک ہے اُسے لے لیا جائے اور جس چیز سے شریعت منع کرے اُسے چھوڑ دیا جائے۔ نیز باطن یہ ہے کہ بندہ متابعتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں قدم بہ قدم چل کر خود کو باطن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری میں پہنچائے اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُن سے تلقین و تعلیم حاصل کرے۔ یہ مراتب صاحبِ باطن مرشدِ کامل کی عطا سے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ کون سا باطن ہے کہ جس میں ابتدا سے انتہا تک باطل کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، اُس میں حق ہی حق ہے، بندہ حق دیکھتا ہے، حق کہتا ہے اور حق سنتا ہے۔ اُس کا ہر عمل حق ہوتا ہے، اُس کا ہر قول و فعل معرفتِ وصال کی برحق تحقیق ہوتا ہے اور اُس کا وجود ابد الاباد تک زندہ رہتا ہے اور ذات و صفات کا ہر مقام اُس کی طے میں ہوتا ہے۔ باطن کا اثبات اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ تصورِ اسم اللہ ذات سے معرفتِ توحید حاصل نہ کر لی جائے کیونکہ اسم اللہ ذات اصل ہے اور بندہ اسم اللہ ذات کی اصل سے وصل ہی وصل دیکھتا ہے۔ جو مرشد سات روز تک تصورِ اسم اللہ ذات کی مشق سے طالب اللہ کے وجود کے ساتوں اندام کو پاک نہیں کرتا، اُس

پر وصل کی اصل نہیں کھولتا، اُسے ہر مقام کا نعم البدل نہیں دکھاتا اور اُسے لایحتاج صاحبِ گنج فقیر نہیں بناتا وہ مرشد کس طرح ہو سکتا ہے؟ وہ تو معرفتِ پروردگار سے بے خبر تیلی کے چشم بند بیل کی مثل ہے۔

ابیات:۔ (1) " صاحبِ باطن مرشد بہت قوی ہوتا ہے، وہ طالبوں کو فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچاتا ہے"۔ (2) "مرشد ایسا باصفا ہونا چاہیے جو طالبوں کو ہوائے نفسانی سے پاک کر دے"۔ (3) "مرشد اپنی کرم نوازی سے طالبوں کو ابتدا سے انتہائے فقر تک پہنچاتا ہے کہ فقر کے اِس مقام پر پہنچنے والے کو کوئی غم نہیں ہوتا"۔ (4) " فقر اللہ تعالیٰ کے فیض وفضل کی جنت ہے، خلقت صاحبِ فقر کی خاکِ پا سے فیض حاصل کرتی ہے"۔ (5) " فقر کی ابتدا و انتہا مجھ پر ختم ہو چکی ہے اور سوزِ عشق سے میرے وجود میں نفس جل کر راکھ ہو چکا ہے"۔ (6) " اسم اللہ ذات سے مَیں نے اپنا نصیبہ حاصل کر لیا ہے، وہ میرے لئے کافی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کا طالب ہے وہ اہل ہوس ہے"۔

مرشد و طالب ہونا ظاہری و باطنی طور پر آسان کام نہیں ہے۔ مرشدی و طالبی میں عظیم اسرارِ پروردگار پنہاں ہیں جنھیں وہ آدمی جانتا ہے جو معرفتِ الٰہی کے اِن مراتب تک پہنچ چکا ہو، معرفتِ الٰہی حاصل کر چکا ہو اور اُس نے معرفتِ حق کا مشاہدہ کر کے لذتِ روح کا ذائقہ چکھ لیا ہو اور اُس نے اپنے وجود سے نفس و ہوا کو بے دخل کر دیا ہو۔ اِس راہ کا تعلق قیل و قال اور گفتگو سے نہیں۔ تیرے دل میں جو بھی طلبِ غیر ہے اُسے دل سے نکال دے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ طلبِ دنیا سراسر بدعت و گناہ ہے اور طلبِ مولیٰ سراسر ہدایت و راستیٔ راہ ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ دنیا تو آخرت

کی کھیتی ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ رات کی روزی رات کو اور دن کی روزی دن کو خرچ کر دے کہ یہی وہ دنیا ہے جو آخرت کی کھیتی ہے اور صاحبِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کھیتی ہے۔ دنیا جمع کرنا کفار کا کام ہے اے احمق نابینا۔ حلال پر حساب ہے اور حرام پر عذاب ہے۔ کم وبیش ایک لاکھ اسی ہزار پیغمبروں نے خاص کر ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے :۔ " ترکِ دنیا تمام عبادات کی جڑ ہے اور حُبِّ دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے"۔ حیلہ سراسر ہلاکت ہے، حیلہ وجھوٹ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ نہیں بنتے۔ میری حجت قرآن ہے کہ قرآن میں اِنھیں کہیں بھی عزت سے نہیں سراہا گیا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔"اے نبی! آپ فرما دیں کہ دنیا متاعِ قلیل ہے"۔ فقیر کے دشمن تین لوگ ہیں اور وہ تینوں دنیا کے دوست ہیں، ایک منافق دوسرے حاسد اور تیسرے کافر۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" آسائشِ دنیا بادشاہوں اور کافروں کے لئے ہے اور آسائشِ عقبیٰ اہلِ تقویٰ ومساکین کے لئے ہے"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"اِلٰہی! مجھے زندگی میں مسکین بنا کے رکھ، میری موت بھی مسکینی کی حالت میں ہو اور میرا حشر بھی مسکینوں کے زمرے میں ہو"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"اِلٰہی مجھے مظلوم بنا دے مگر ظالم نہ بنا"۔ مرد وہ ہے جو ہر حال میں اپنے نفس سے انصاف کرے۔ نفس پرست ہر کوئی اور خدا پرست کوئی کوئی ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ صاحبِ نظر متقی وہ ہے جو پہلے خواص وعوام کے تمام احوالِ ازل معلوم کرے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔"اِس میں ہدایت ہے اُن اہلِ تقویٰ کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں"۔ اِس کے بعد وہ طالبِ اللہ کو ذکر فکر کی تلقین اور علمِ فیض کی تعلیم سے بہرہ ور کرے اور اُسے

روزِ ازل سے فیض وفضل علم کی فیاضی نصیب ہوتی ہے۔

بیت:۔" تو ہر حدیث و ہر آیت مردِ عارف سے سن سکتا ہے کیونکہ مردِ عارف وہ ہے جسے مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری حاصل ہو"۔

جان لے کہ نفس امارہ، دنیا اور شیطان لوگوں کو اعمالِ صالحہ میں لذتِ ریا اور طمع کے زوال سے خود پر مائل و مبتلا و دیوانہ کرتے ہیں اور اُنھیں اہل دنیا بنا کر اپنے ساتھ یکتا و یگانہ کر لیتے ہیں اور اُنھیں اس انداز سے بلا و معصیت و ہلاکت میں مبتلا کرتے ہیں کہ وہ خود کو گناہ و معصیت میں غرق جانتے ہوئے بھی گناہ و معصیت و ہوائے نفس سے باہر نہیں نکلتے ،ہاں البتہ اگر خدائے تعالیٰ اُنھیں رفاقتِ مرشدِ کامل کی توفیق بخش دے تو مرشد اُنھیں اِن مراتبِ زندیق سے باہر نکال لاتا ہے۔ تمام مراتب سے بہتر مرتبہ یہ ہے کہ بندہ مرشدِ کامل کی برگزیدہ درگاہ سے یگانگتِ اِللہ حاصل کر کے دنیا و اعمالِ دنیا اور عزہ جاہِ دنیا کو ترک کر دے۔ نافرمان نفس اِن چار چیزوں سے ہرگز فرمان بردار و درست نہیں ہوتا: (1) علم حاصل کرنے سے، (2) زیادہ مالِ دنیا جمع کرنے سے، (3) زیادہ حکمت جاننے سے اور (4) بہت زیادہ ملکیتِ دنیا اپنے قبضے میں لینے سے مگر اِن چار چیزوں سے فرمانبردار ہو جاتا ہے: (1) محبتِ الٰہی سے، (2) خالص طلبِ اللہ سے، (3) غرق فنا فی اللہ ہونے سے اور (4) ہر کام و ہر عبادت و ہر ریاضت و ہر تقویٰ خالص رضائے الٰہی کی خاطر کرنے سے۔ اِن چار چیزوں کا مغز تصور و تصرفِ اسم اللہ ذات ،معرفتِ الٰہی اور توحیدِ ذات ہے۔ معلوم ہوا کہ انسان کے وجود میں تین چیزیں ہیں: (1) نفس نجس مردود جس کی طلب دنیا مردود ہے۔ جو بھی نفس مردود کا طالب بنتا ہے اُس کا خاتمہ شر پر ہوتا ہے اور اُس کا انجام بھی

مردود ہے۔(2) زندہ قلب جس کا مقصودِ زندگی قلب ہے۔صاحبِ زندہ قلب ہی اِس مرتبۂ مقصود پر پہنچتا ہے اور (3) روحِ محمود جو حضوری مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طالب ہے۔طالبِ محمود کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے اور اُس کی عاقبت محمود ہے۔اے ہوشمند! اِن میں سے تجھے کون سی چیز پسند ہے؟ تمام دنیا کو ترک کرنا اور سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے تارک فارغ ہو جانا کچھ مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے لیکن اگر کوئی ترکِ دنیا کے بعد دوبارہ دنیا میں غرق ہو جائے تو پھر اُس کے لئے اُس سے باہر نکلنا اور تارک فارغ ہونا بہت دشوار ہے۔نامرد کے لئے یہ دونوں کام آسان نہیں ہیں لیکن جس کا اعتبار اللہ تعالیٰ پر قوی ہو جائے اُس کے لئے آسان تر ہے کہ اُس کی نظر میں مٹی اور سونا برابر ہو جاتے ہیں۔یہ مراتب اولی الامر حاکم فقیر کے ہیں۔

جان لے کہ تجھے رجعتِ نفس، معصیتِ شیطان اور حوادثِ خلق سے خبردار رہنا چاہیے کہ عالم کو آفاتِ رجعت طمع سے پیش آتی ہیں، فقیر کو آفاتِ رجعت رجوعاتِ خلق سے پیش آتی ہیں کہ جب بادشاہ واُمرا اُس کے مرید ہوتے ہیں تو نفس میں انانیت وحرص وہوا پیدا ہو جاتی ہے جو اُسے معرفتِ قربِ خدا سے باز رکھتی ہے اور اہلِ دنیا کو آفاتِ رجعت بخل سے پیش آتی ہیں۔

شرحِ توجۂ مرشد

اے طالب! جان لے کہ توجہ تین قسم کی ہوتی ہے یعنی توجۂ ذکر فکر، توجۂ مذکور اور توجۂ حضور۔ توجۂ ذکر فکر سے عوام کے پیغام موصول ہوتے ہیں چنانچہ جن پریوں اور موکل فرشتوں کے پیغامات آتے ہیں، توجۂ مذکور سے شہ رگ سے نزدیک تر الہاماتِ مذکور آتے ہیں لیکن یہ بھی سراسر حجاب کا مرتبہ ہے اور توجۂ حضور سے ہر دم میں صورتِ نور کے ہزاراں ہزار جواباتِ باصواب آتے جاتے رہتے ہیں۔ اِس توجہ کا تعلق نورِ حضور سے ہے۔ نورِ حضور کی یہ توجہ مرشدِ کامل کی توجہ کے بغیر نہیں کھلتی چاہے کوئی تمام عمر ریاضت کرتے کرتے سوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے یا کثرتِ عبادت سے اپنی پیٹھ کبڑی کر بیٹھے، اس تمام رنج و محنت کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہزاراں ہزار ریاضتوں سے مرشدِ کامل کی ایک بار کی توجہ بدرجہا بہتر ہے۔

حصولِ توجۂ حضور

توجۂ حضور کس چیز سے حاصل ہوتی ہے؟ توجۂ حضور تصورِ اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتی ہے۔ پس یہ وہ توجہ ہے کہ جس کی توفیق تصرفِ معرفتِ توحیدِ ذات سے نصیب ہوتی ہے کہ اِس کی اصل وصلِ ذات ہے اور اِس کا وصل اصلِ ذات ہے جس کسی کی اصل و وصل ایک ہو جائے وہ ذاتِ حق سے یکتا ہو جاتا ہے، اُس کے لئے مثل مشہور ہے کہ عارفِ خدا خدا تو نہیں ہوتا مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتا۔ پس ایسے عارف کو حضورالحق کہتے ہیں یعنی وہ حقیقت میں صاحبِ تحقیق اور معرفت میں صاحبِ توفیق

ہوتا ہے، ذکر میں اُس کا قلب عمیق قلزم (سمندر) ہوتا ہے۔اِس تصرف کو وہ مردہ دل زندیق کیا جانے جو نفس کی قید میں اہل زوال اور باطن میں بے خبر از معرفتِ الٰہی وصال ہے۔توجہ اِسے کہتے ہیں کہ صاحبِ توجہ دونوں جہان کے اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوقات کو باطنی توجہ کی طے سے کھول کر طالبوں کو دکھا دے۔اِسے توجۂ مَوجہات کہتے ہیں، اِس کی قید میں چھ اطرافِ اہل ذات ہوتی ہیں۔اِس توجہ کو اُس کی اصل سے سمجھا جا سکتا ہے اور اِس کی اصل ترکِ نفس، فرحتِ روح اور فنافی اللہ غرق ہے۔لوحِ محفوظ کا مطالعہ ورقِ دل کے حرف کی ایک سطر ہے جو عوام کی نظروں سے اوجھل ہے۔اِس توجہ کو فیض بخش عوام کہتے ہیں۔آخر کامل مکمل اکمل مجموعۃ التوحید کیا ہے؟ جان لے کہ مرشدِ کامل کی پختگی سات چیزوں سے ہوتی ہے جنھیں سات خزانے کہتے ہیں۔یہ سات خزانے ساتوں اندامِ وجود کی چابی ہیں۔وہ سات خزانے یہ ہیں: (1)توجہ، (2) توحید، (3)تصرف، (4)تصور، (5)تفکر، (6) تجلی اور (7)تسلی۔اِس توجہ کا انتہائی کمال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مشرق میں ہے اور اِن صفات سے متصف صاحبِ توجہ مغرب میں ہے تو وہ بحکمِ الٰہی اپنی توجہ سے عزرائیل علیہ السلام کی طرح اُس کی جان قبض کر کے اُسے بے جان کر سکتا ہے جس سے وہ مر جائے گا۔اگر ایسے صاحبِ توجہ کے پاس کسی شخص کا نصیب ہو اور صاحبِ توجہ نے اُسے دنیا میں کہیں دیکھا نہ ہو اور نہ ہی اُس کے متعلق کچھ سنا ہو تو وہ اُسے اپنی توجہ سے تلاش کر کے اُس کا نصیب اُسے پہنچا سکتا ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کا حبیب ولی اللہ بن جائے گا۔اِس طرح کی فیض رسانی توجۂ کامل سے ہوتی ہے۔مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو نفس کے غلام ہوتے ہوئے بھی خود کو صاحبِ توجہ کہتے ہیں۔اِس قسم کا دعویٰ کرنا مجہول و نارسیدہ و نامعقول

لوگوں کا کام ہے۔ توجہ کے مراتب نہایت عظیم ہیں کہ اِن میں بہت بڑے اسرارِ ربِّ کریم ہیں۔ توجہ کی راہ اولیا و انبیاؑ کی قدیم راہ ہے۔ راہِ توجہ مہر بہ مہر، قہر بہ قہر، آئینہ بہ آئینہ و معما بہ معما ہے۔ اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس۔ جو توجہ نہاں خانۂ دل سے ہوتی ہے اُسے نورِ ربِّ حضور کہتے ہیں۔ توجہ کو خطرات اِس طرح خراب کرتے ہیں جس طرح کہ باغ کے پھولوں کو خزاں کا موسم خراب کرتا ہے۔

بیت:۔ "تورِ لالہ سے طوفانِ خزاں سر اُٹھاتا ہے تو باغبان دیوارِ باغ کے رخنوں کو مٹی سے بھرنا شروع کر دیتا ہے"۔

پس معلوم ہوا کہ جو توجہ تصورِ اسم اللہ ذات سے ہو وہ خطرات سے پاک مطلق لازوال ہوتی ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ طالب اللہ قاعدۂ توجہ پڑھے بغیر حق کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ جب مرشدِ کامل چاہتا ہے کہ طالب اللہ کو توجہ کا ہر مقام اپنی توجہ سے طے کرا دے تو تصور و تصرف کی قوت سے طالب اللہ کی صورت کو اپنی توجہ میں لے آتا ہے اور اُسے لَآ اِلٰہَ کی نفی میں غرق کر کے فنا کر دیتا ہے۔ جب لَآ اِلٰہَ کی نفی میں طالب اللہ کے نفس کی صورت فنا ہو جاتی ہے تو وہ طالب کی صورت کو تصور و تصرف کی قوت سے اثباتِ اِلَّا اللّٰہُ میں لے جا کر اُس کے قلب و روح کو زندہ کر دیتا ہے جس سے طالب کے باطنی حواسِ خمسہ کھل جاتے ہیں اور اُس کے وجود سے اوصافِ ذمیمہ ختم ہو جاتے ہیں، اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی اور وہ ہر وقت مشاہدۂ معرفتِ اِلٰہی میں غرق رہتا ہے۔ اِس کے بعد وہ صورتِ طالب کو تصرفِ توجہ میں لا کر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے مشرف کر دیتا ہے اور اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناصب دلوا دیتا ہے جس سے طالب لایحتاج ہو کر کسی کا محتاج

نہیں رہتا۔ اصل توجہ وہ ہے کہ جس سے مرشد طالب اللہ کو ایک ہی دم میں اور ایک قدم پر ایک سو مقامِ ذکر طے کرا دیتا ہے جن میں سے ہر ایک مقام سے ہزاراں ہزار و بے شمار مقامات بارش کی طرح برسنے لگتے ہیں۔ مرشد کامل اپنی توجہ سے طالب اللہ کو نفسانی و شیطانی بلاؤں سے بچا کر سلامتی کے ساتھ اِن تمام مقامات سے گزار دیتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" جو اِس میں داخل ہو گیا وہ امن میں آ گیا"۔ توجہ کے معنی ہیں وجہ اور وجہ چہرے کو کہتے ہیں۔ وجہ کے چہرے پر " ت " کا پردہ ہے۔ جب " ت " کا پردہ درمیان سے اُٹھتا ہے تو ہر کام روبرو ہو جاتا ہے یعنی وجہ بہ وجہ، روبرو اور مشاہدہ بہ مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ جب فقیر توجہ سے غرق مع اللہ ہوتا ہے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِس آیت مبارکہ کے مطابق اُس یاد کنندہ فقیر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔"اے نبی! آپ اُن لوگوں کی طرف متوجہ رہا کریں جو رات دن اپنے رب کی توجہ کی خاطر اُسے پکارتے رہتے ہیں، آپ کی آنکھیں اُنھیں چھوڑ کر کسی اور طرف نہ اُٹھا کریں، کیا آپ زینتِ دنیا چاہیں گے؟ اور آپ اُس کا کہنا مت مانیں جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا اور وہ ہوائے نفس کی پیروی میں حد سے گزر گیا"۔ جان لے کہ توجہ تین قسم کی ہے: (1) توجۂ مخنث یعنی توجۂ دنیا جو حصولِ دنیا کی خاطر کی جائے، (2) توجۂ مؤنث جو حصولِ عقبیٰ کی خاطر کی جائے اور (3) توجۂ مرد مذکر طالبِ مولیٰ جو طلبِ مولیٰ کی خاطر کی جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" طالبِ دنیا مخنث ہے، طالبِ عقبیٰ مؤنث ہے اور طالبِ مولیٰ مذکر ہے۔ جس نے دنیا کو چاہا اُسے دنیا ملی، جس نے عقبیٰ کو چاہا اُسے عقبیٰ ملی اور جس نے مولیٰ کو چاہا اُسے سب کچھ مل گیا (وہ مالکِ کل ہو گیا)۔ جان لے کہ عارف باللہ

صاحبِ کل کولذت بھی ذاتِ کل سے حاصل ہوتی ہے۔ جان لے کہ چار لذتیں جز ہیں جو لذتِ کل سے روکتی ہیں، (1) مختلف قسم کے مجرب ولذیذ وشیریں کھانوں کی لذت، (2) عورت سے مجامعت کی لذت جو ذوقِ آبِ منی سے محض جوشِ منی ہے، (3) حکومت وبادشاہی کی لذت جو سر سے قدم تک دنیا سے یگانگی کی لذت ہے اور (4) دائم مطالعہٴ علم کی لذت۔ یہ چاروں لذتیں برابر ہیں۔ اے عالِم نادان! تُو نے تمام عمر سیاہ وسفید تحریروں کے مطالعہ میں گزار دی لیکن تُو مشاہدہٴ نورِ حضور وتجلیاتِ ذات وقربِ اِلٰہ سے واقف نہ ہوسکا۔ تُو مرتے وقت معرفتِ اِلٰہی کے لئے ہزارہا غم کھائے گا اور آہ آہ کہہ کر ٹھنڈی آہیں بھرے گا۔ تُو مرشدِ کامل تلاش کر اور راہِ حق میں اُسے اپنا رفیق بنا تا کہ وہ معصیتِ شیطانی وگناہ سے تیری نگہبانی کرے۔ جس وجود میں معرفتِ اِلٰہی کی لذت سما جائے اُس وجود سے یہ چاروں لذتیں بےدخل ہوجاتی ہیں۔ اِس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ لذتِ خداوہ لذت ہے جو تیری روحِ عزیز کو راحت بخشتی ہے اور نفس بےتمیز مرجاتا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ :- " اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب علم ہے"۔ یعنی علمِ معرفت کے خلاف ہر علم حجاب ہے اور علمِ معرفت سے اخلاص ہمہ صورت ہے۔ پس حضرت علم فرماتا ہے کہ نفسِ امارہ کو قتل کردو، شیطان سے دشمنی رکھو، اُس کے مصاحب نہ بنو اور دنیا کو ترک کردو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " ترکِ دنیا تمام عبادات کی جڑ ہے اور حُبِّ دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے"۔ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی طلب پیدا کر کہ اِس سے قربِ اِلٰہی کی معرفتِ حقیقی حاصل ہوتی ہے لیکن فیض فضل اللہ کی یہ عطا مرشد واصل باللہ کی وسیلت سے حاصل ہوتی ہے۔ زیادہ علم حاصل کرنا فرض نہیں ہے لیکن گناہوں سے اجتناب کرنا، تقویٰ اختیار کرنا،

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور وسیلۂ مرشد تلاش کرنا فرضِ عین ہے کہ مرشدِ کامل گمراہی سے بچا کر راہِ راستی پر پہنچاتا ہے۔ عاقل کے لئے یہ ایک اشارہ ہی کافی ہے۔

جان لے کہ آدمی کے وجود میں اکتالیس خزانے ہیں جن میں سے اکیس خزانے ظاہر کے ہیں اور بیس خزانے باطن کے ہیں۔ اگر ان خزائن سے گنجِ جمعیت حاصل کر لیا جائے تو بندہ لا یحتاج ہو کر انسانِ کامل بن جاتا ہے ورنہ بے جمعیت و حیران و پریشان رہتا ہے۔ کامل انسان انبیاؑ و اولیاؒ ہیں اور باقی سب لوگ ہوائے نفس کے غلام ہیں، اُنھیں انسان نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" وہ حیوانوں کی مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے ہیں"۔ دو باطنی خزائن سے تمام خزانے کھلتے ہیں جن میں سے دو خزانے ظاہر کے ہیں جو یہ ہیں : ایک صحتِ جان اور دوسرا تمام جہان پر غالب ہونا، یہ محض توفیقِ الٰہی ہے۔

بیت :۔" کوئی تنگ دستی کا رونا کیوں روئے کہ اگر سوچا جائے تو تندرستی بہت بڑا خزانہ ہے"۔

گنجِ توفیق سے ظاہر کے کئی خزانے کھلتے ہیں مثلاً گنجِ علم، گنجِ عمل، گنجِ حلم، گنجِ حکمت، گنجِ عقل، گنجِ توکل، گنجِ صبر، گنجِ شکر و گنجِ جمعیت وغیرہ۔ جب اِس قسم کے جملہ گنجِ جمعیت ہاتھ آتے ہیں تو گنجِ دنیا و اہلِ دنیا صاحبِ توفیق کے غلام و فرمان بردار بن جاتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی سے غنی ہو جاتا ہے جس کا مرتبہ ہفت اقلیم کے بادشاہ سے افضل ہوتا ہے۔ دو گنجِ باطن ایسے ہیں کہ ہر ایک گنجِ باطن سے مزید دو گنجِ باطن کھلتے ہیں۔ ایک گنجِ حاضرات ہے کہ جس سے ہر ایک ارواحِ انبیاؑ و اولیاؒ سے ملاقات و دست مصافحہ نصیب ہوتا ہے، یہ گنجِ دعوتِ قبور ہے۔ دوسرا گنجِ تصورِ اسم اللہ

ذات ہے جو محض استغراقِ معرفت نورِ توحید ہے، مطلق مشاہدۂ ربوبیت حضور ہے۔ اِس کے علاوہ اِس سے کئی دیگر گنج باطن بھی کھلتے ہیں مثلاً گنج الہام و مقام و گنج ذکر مذکور و گنج ذات و صفاتِ متبرکات و گنج حضوریٔ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سرورِ کائنات اور اِس جیسے دیگر مراتب اولیا کی سعادتِ عظمیٰ کے خزائن بھی کھلتے ہیں۔ جو مرشد پہلے ہی روز طالب اللہ کو مذکورہ بالا اکتالیس خزانے بخش دے وہ مرشد کامل اللہ تعالیٰ کا خزانچی ہے اور نافع المسلمین، اہلِ ہدایت، لائق ارشاد و راہنمائے خلق ولی اللہ ہے۔ جو مرشد اِن صفات سے متصف نہیں وہ خام ہے اور طالبانِ مولیٰ کا راہزن ہے۔ پس یہی کلیدِ توحید ہے، جو اِس کلیدِ توحید تک نہیں پہنچا وہ اہلِ تقلید ہے جو توحید کے مشاہدہ بہ مشاہدہ، نور بہ نور اور حضور بہ حضور مراتب سے بے خبر ہے۔

ابیات:۔ (1) "تُو دریائے محبت کو کیا خطاب دے گا کہ جب بلبلہ اپنی ہستی سے باہر آتا ہے تو پانی ہوتا ہے"۔ (2) "ہر کسی نے قطرہ پایا ہے لیکن مَیں نے دریا کو پایا ہے، جب مَیں نے عین دریا کو پایا تو خود کو اُس میں گم کر دیا"۔

جب کوئی ذکرِ قلب کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں ذاکرِ قلبی ہوں تو اُس کے اِس دعویٰ کے ثبوت کے لئے دو گواہ ضروری ہیں، ایک یہ کہ وہ ایسا صاحبِ نظر ہو کہ اُس کی نظر سے کافر کے گلے سے زنارِ لعنت ٹوٹ جائے۔ دوسرے یہ کہ اُس کی نظر سے طالب کے دل میں تصدیقِ قلب پیدا ہو جائے اور غلباتِ ذکر جوہرِ نورِ قلب سے اُس کی زبان پر اقرارِ کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جاری ہو جائے۔ یہ مراتب حاصل کرنا بھی آسان کام ہے مگر تصورِ اسم اللہ ذات کی توجہ سے طالب اللہ کو ایک ہی نظر میں معرفتِ الٰہی کے کمال تک پہنچا دینا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ ذکر

جوہرِ قلب ہے، قلب جوہرِ جان ہے اور جان جوہرِ ایمان ہے۔ مسلمان اُسے کہتے ہیں جو اپنا مال، اولاد اور جان اللہ کے نام پر صدقہ کر دے، یہی جوہرِ ایمان ہے۔

رباعی:۔"دل ایک بادشاہ ہے جو بڑے فخر سے سر پر تاج سجاتا ہے لیکن جب شکستہ ہو کر عاجز ہوتا ہے تو اُس میں خواہشات کی ہر چنگاری ختم ہو جاتی ہے، یہ نادر موتی جسے دل کہتے ہیں شکستگی سے جتنا عاجز ہوتا ہے اُتنی ہی اُس کی قیمت بڑھتی ہے"۔

رباعی:۔"اپنے دل میں کبر و ہوا کا ذرہ بھی نہ آنے دے کہ کبر سے کبھی کوئی معزز مرتبہ پر نہیں پہنچ سکا ہے۔ تُو زلفِ محبوب کی طرح شکستہ دلی کو اپنا شیوہ بنا لے تا کہ تُو بھی ہزار ہا دلوں کو اپنا دیوانہ بنا سکے"۔

رباعی:۔" مَیں نے کہا کہ تختی سے یہ کیسے ٹوٹ پھوٹ جائے تا کہ یہ سب کچھ ایک مکمل موتی کی صورت میں باہر آ جائے، اُس نے کہا کہ یہ باتیں جو میرے منہ سے نکلتی ہیں اگر مَیں دل کو توڑ پھوڑ نہ دوں تو کیسے باہر آئیں گی؟"

پس کلامِ معرفتِ الٰہی نہایت عظیم ہے، اس کے بیان میں تنگ منہ اور کمزور حوصلہ کام نہیں آتا۔ اِس کا ہر سخن وجود پر سنگ زنی کر کے دل سے لعلِ معرفت نکالتا ہے۔ اِس بات کو وہ آدمی سمجھ سکتا ہے جو اِس مرتبہ پر پہنچا ہوا ور اُس نے اِس کا مشاہدہ کیا ہو۔

جان لے کہ ذکر چار ہیں یعنی ذکرِ نفس، ذکرِ قلب، ذکرِ روح اور ذکرِ سرّ۔ ذکرِ نفس زبان کا ذکر ہے، اِس میں زبان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے۔ اِس ذکر کا مقصود

لذاتِ نفس، عز و جاہِ دنیا اور مسخراتِ خلق ہے، اِس سے موکل فرشتے اور جن تابع کیے جاتے ہیں۔ یہ ذکر ترقیٔ مال و زر اور نام و ناموس کی خاطر کیا جاتا ہے۔ یہ مراتب اہل قلب ذاکر پر حرام ہیں۔ ذکرِ دم مطلق حوادث و خطرات و غم کا مجموعہ ہے بلکہ بت پرست کافروں کا رسمی رواجی مشغلہ ہے۔ ذکرِ قلب: وہ قلب جو ذکرِ اَللّٰہُ سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے وہ انتہائی صفائی حاصل کر کے شاد رہتا ہے اور اُسے شوق ذوق محبت طلبِ طاعتِ دوام اور توفیق و تصدیق حاصل رہتی ہے۔ اِس قسم کا ذاکر دل صدیقوں کا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ذکرِ نفس طلبِ دنیا کے لئے ہے جو محض خام خیالی ہے اور ذکرِ دم مطلق جہل و پریشانی ہے جو باعثِ زوال ہے۔ یہ دونوں ذکر باعثِ رجعت ہیں اور رجعت اِسے کہتے ہیں کہ ذکر کے شروع ہی میں ذاکر کے اِردگرد بے شمار دنیا اور خلق پورے نام و ناموس کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے اور ہوائے دنیا و شیطانی خواہشات اُسے جمعیتِ باطنی، مرتبۂ رحمانی اور قربِ خدا سے باز رکھتی ہیں جب کہ ذکرِ قلب موت و حیات کی ہر حالت میں نجات کا وسیلہ بنتا ہے اور ذاکرِ قلب روشن ضمیر ہو کر ہر دم ثابت قدم اور نفس پر امیر رہتا ہے۔ یہ ہیں مراتب ذاکرِ قلبی فقیر کے۔ ذاکرِ قلبی کا دل ذکرِ قلب سے غنی رہتا ہے۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔ فکرِ فنائے نفس سے بندہ فیض بخش و صاحبِ نظر ہوتا ہے۔ ذکرِ روح: روح جب حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو ایک ہی دم میں دس لاکھ منزل و مقام طے کر جاتی ہے۔ روح معطر ہوا کی مثل ہے جو دائم ذکر و تسبیح میں مشغول رہتی ہے۔ ذکرِ روح کے ذاکر کو معرفتِ اِلٰہی کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور وہ ہر ایک روح کے ساتھ اُس کے صحیح مرتبہ و مقام کے مطابق مجلس و ملاقات کرتا ہے۔ روح نوح علیہ السلام کی طرح روشنی بخش ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور ہو کر اُس کے مدِّ

نظر رہتی ہے۔ روحانی ذاکر نورِ آفتاب کی طرح ہر جگہ حاضر ہوتا ہے کہ روح سرمایۂ ایمان نور ہے۔ یہ نور جب قدرتِ الٰہی سے نفس پر وارد و قادر ہوتا ہے تو اہل نفس حضرت رابعہ بصری و بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہما کی طرح نیک وسعید ہو جاتا ہے۔ ذکر سرّ: ذکرِ سرّ سے اللہ تعالیٰ اور ذاکرِ سرّ کے مابین بھاری پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ کھلی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھتا ہے۔

ابیات:۔ (1) "الٰہی! مجھے چشمِ بینا عطا فرما تا کہ مَیں تیرا دیدار کروں، میرا نفس قتل ہو جائے اور مَیں کبر و ہوا سے پاک ہو جاؤں"۔ (2) "عارفوں کے لئے رازِ وحدت عین کافی ہے، اِن مراتب پر اہل ہوس کہاں پہنچ سکتے ہیں"۔

قربِ الٰہی کے یہ مراتب قادری فقیر کو حاصل ہوتے ہیں، اگر کوئی دوسرا اِس کا دعویٰ کرے تو وہ غلط ہے۔ دل جب ذکر اللہ سے زندہ ہو جاتا ہے تو کدورت و زنگار سے صاف ہو کر روشن ہو جاتا ہے اور ذاکر تصورِ اسم اللہ ذات کی تاثیر سے روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ جب دل روشن ضمیر ہو جاتا ہے تو نفس نافرمان بندی خانہ میں قید ہو جاتا ہے اور روح ولایتِ وجود پر امیر و حکمران ہو کر جمعیت و آرام سے رہتی ہے۔

مطلب یہ کہ طالب اللہ کو قوت و قدرت حاصل نہیں کہ وہ ذکر و اسم اللہ ذات وکلمہ طیبات لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وکلامِ الٰہی آیاتِ قرآن اور ننانوے اسمائے باری تعالیٰ متبرکات پر غالب آ سکے کیونکہ طالب انسان ہے جو مخلوق ہے اُسے یہ قدرت کہاں کہ وہ توجہ و تفکر و تصور و تصرف سے غیر مخلوق (اسم اللہ ذات وکلمہ طیبات) پر غالب ہو سکے۔ البتہ مذکورہ بالا غیر مخلوق کی تاثیر سے مخلوق کے وجود و قالب میں شہوت کا مرغ، ہوا و ہوس کا کبوتر، حرص کا کوا اور زینت کا مور ذبح ہو جائیں تو قلب

زندہ ہو جاتا ہے- طالب جب اِن چاروں پرندوں کو ذبح کر دیتا ہے تو اُس کا قلب و قالب ابد الاباد تک زندہ ہو جاتا ہے-

بیت:-" مخلوق یہ سمجھتی ہے کہ فقیر کا جسم زیرِ خاک مردہ ہے لیکن حقیقت میں اُس کی قبر و لحد و خاک سب نورِ پاک ہوتی ہے"-

صاحبِ زندہ قلب اپنے جسم کو قبر سے نکال کر اپنے ساتھ لامکان میں حضورِ حق میں لے جاتا ہے کہ یہ اِس آیت کریمہ کے مطابق ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے دکھا دے کہ تُو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ فرمایا کیا تیرا اِس بات پر ایمان نہیں؟ عرض کیا ایمان تو ہے لیکن مَیں اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہوں- فرمایا: چار پرندے پکڑ کر اُنھیں اپنے ساتھ مانوس کر لے، پھر اُنھیں ذبح کر کے اُن کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا الگ الگ پہاڑ پر رکھ دے- پھر اُنھیں اپنی طرف بلا، وہ تیرے پاس دوڑے چلے آئیں گے- جان لے کہ بے شک تیرا ربّ زبردست حکمت والا ہے"-

بیت:-" فرشتے کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ معیتِ حق تعالیٰ میں پہنچ سکے، ہاں عارف کو قربِ حق تعالیٰ میں لِیْ مَعَ اللّٰہِ (معیتِ حق تعالیٰ) کے مراتب حاصل ہوتے ہیں"-

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-" معیتِ حق تعالیٰ میں مجھے ایک وقت ایسا بھی حاصل ہے کہ جہاں کسی مقرب فرشتے کو اور نہ ہی کسی نبی مُرسل کو رسائی حاصل ہے"-

بیت:-" معیتِ حق تعالیٰ کے اِس مقام پر عارف پاؤں کو سر اور سر کو پاؤں

بنا کر پہنچتا ہے۔ایسے بے سر عارف کے سامنے کون ہے جو دم مارے؟"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔"اِس راہ میں پاؤں کی بجائے سر کے بل چلا جاتا ہے"۔ یہ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ (فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے) کے انتہائی مراتب ہیں ،اِن مراتب پر وہ فقیر پہنچتا ہے جو جیتے جی مر چکا ہو۔جو فقیر مر کر زندہ رہے وہ دنیا و آخرت میں نجات یافتہ ہوتا ہے اور طریق تحقیق سے ہر وقت سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں حاضر رہتا ہے ۔یہ مراتب مقامِ حیٌّ قیوم میں جامع العلوم فنا فی اللہ فقیر سروری قادری کو حاصل ہوتے ہیں،اگر کوئی دوسرا اِن مراتب کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

ابیات :۔(1)" بے سر کا سرِّ خدا ہوتا ہے اور سرِّ خدا بہتر ہے سر سے کہ اُس میں لقائے الٰہی نصیب ہوتا ہے"۔(2) "سِرّ کی صورت ہُو بہو انسان کے سر جیسی ہے ، جب سِرّ اور سر یک وجود ہو جائیں تو انسان صاحبِ نظر ہو جاتا ہے"۔ (3) " بے حکمت آدمی انسان نہیں ہوتا اور جسے سِرِّ حکمت حاصل ہو جائے وہ اہل راز ہو جاتا ہے"۔(4)"باھُو سِرّ بین واسرار بین وصاحب رازِ کُنْ ہے کہ اُسے آوازِ کُنْ سے رازِ کُنْ حاصل ہوا ہے"۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔" جب وہ کسی کام کے لئے امرِ کُــنْ فرماتا ہے تو وہ کام ہو جاتا ہے"۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔جب انسان ظاہری آنکھ بند کر کے ذکر اللہ میں غرق ہوتا ہے تو اُس کے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے ۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" اے علی! آنکھیں بند کر لے اور اپنے دل میں ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی آواز سن"۔

باب چہارم

تصور و تصرفِ مشقِ اسم اللہ ذات

اگر کسی کی زبان اللہ کی تلوار بن جائے اور وہ صاحبِ لفظ ہو کر ترتیبِ قتل و قاتل سمجھ لے تو اُسے کیا ضرورت ہے کہ وہ علمِ دعوت و وِرد وظائف اور دعائے سیفی پڑھتا پھرے؟ اگر وہ توحید (تصورِ اسم اللہ ذات) سے تیغ توجہ سونت لے تو تمام جہان کو قتل و خراب کر سکتا ہے کہ وہ صاحبِ عمل عامل کامل و بے نیاز فقیر ہوتا ہے۔

بیت:۔ "جو آدمی خالق کو پسند آ جائے وہ پاک ہو جاتا ہے مخلوق اُسے پسند نہ بھی کرے تو کوئی مضائقہ نہیں"۔

فقیر خلقِ خدا کی غیبت و ملامت و گلہ کوئی کا بار اُٹھاتا ہے مگر اُن کی نگہبانی کرتا ہے اور بدلے میں اُنھیں دکھ نہیں دیتا۔ جو کوئی فقیر پر ظلم کرتا ہے وہ مارا جاتا ہے اور اُس کے خون کا زوال و وبال اُس کی اپنی گردن پر ہوتا ہے۔

بیت:۔ "تُو جو کام بھی کرے رضائے الٰہی کی خاطر کرتا کہ تُو رازِ کُن کا محرم ہو سکے"۔

جو آدمی فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خالی و بے برکت و بے باطن و بے قوت سمجھے وہ خود خالی و بے برکت و بے باطن و بے قوت رہتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "برتن سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اُس کے اندر ہوتی ہے"۔ جس فقیر کو تصورِ اسم اللہ ذات سے استغراقِ حضوری نصیب ہو جائے اُسے دعوتِ قبور سے مراتب و مقاماتِ الہامِ روحانی حاصل ہو جاتے ہیں۔ ایسا فقیر روشن ضمیر و ہر ملک

پر امیر ہو جاتا ہے۔ایسے مراتب کے حامل فقیر کو جامع الجمعیت فقیر کہتے ہیں۔ جو فقیر یہ مراتبِ جمعیت نہیں رکھتا اُس کا نام دفاترِ سلک سلوک کی جملہ جمع بندیوں میں فقیر نہیں، وہ سلک سلوکِ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خارج و بعید و خوار تر ہے، وہ نفس پرست وخود پسند ہے۔ جو فقیر قربِ الٰہی پر نظر رکھتا ہے نہ کہ کسی لالچ وطمع پر وہ بادشاہ سے بڑھ کر بادشاہ ہوتا ہے۔ جو فقیر دنیا کے لالچ میں دعوت پڑھتا ہے سمجھ لو کہ وہ ناقص ہے اور سلک سلوکِ فقر سے فارغ ہے۔ جس فقیر کی نظر و نگاہ میں اللہ تعالیٰ کے غیبی خزانے ہوں وہ مرشدِ کامل ہے جو حقیقتِ علم کو کاملیت سے جانتا اور پڑھتا ہے وہ خام و ناقص طالب کے وجود کو تصورِ اسم اللہ ذات کی تاثیر سے یکتائی و یک رنگی میں بدل دیتا ہے۔ اسم اللہ ذات کی برکت سے زمین و آسمان کی کوئی چیز طالب اللہ سے مخفی و پوشیدہ نہیں رہتی۔ یہ ہیں مراتب طالب اللہ کی جمعیت کے۔ علاوہ ازیں مرشد کامل عنایتِ ہدایت کی نظر سے طالب اللہ کے وجود کے تانبے کو سونے چاندی کی مثل بنا دیتا ہے لیکن یہ مراتب بھی طالب اللہ کی جمعیتِ قلب کے ہیں کہ طالب اللہ کے دل میں اللہ کی طلب کے سوا اور کوئی طلب باقی نہیں رہتی، نہ اُس کے دل میں غلطی و رجعت و زوال پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی اُس کا مرتبہ سلب ہوتا ہے۔ یہ مراتب بھی طالب کی جمعیتِ قلب کے ہیں۔ دیگر یہ کہ اسم اللہ ذات دونوں جہان کے چودہ طبقات سے زیادہ بھاری ہے۔ صاحبِ تصور جب تصورِ اسم اللہ ذات شروع کرتا ہے تو لوح و قلم و عرش و کرسی جنبش میں آ جاتے ہیں، مؤکل و مقرب و حامل عرش فرشتے حیرت میں ڈوب جاتے ہیں اور اٹھارہ ہزار عالم عبرت کا نمونہ بن جاتے ہیں۔ اگر اسم اللہ ذات کا بوجھ برداشت کرنے کے لئے طالب اللہ کے وجود میں حوصلہ وسیع ہو تو تصورِ اسم اللہ ذات سے نفس بود سے نابود ہو کر

کرغرق فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔" جس نے اپنے نفس کو پہچانا بے شک اُس نے اپنے ربّ کو پہچانا ، جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا بے شک اُس نے اپنے ربّ کو بقا سے پہچانا "۔ یہاں پر طالب اللہ مختلف انواع کی تجلیاتِ ذات کے نور میں غرق ہو کر مشاہدۂ حضور کی لذت سے مسرور رہتا ہے۔ یہ بھی مراتبِ جمعیت ہیں جو اُسے روزِ ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا مَیں تمھارا ربّ نہیں ہوں؟) کی آواز سن کر قَالُوْا بَلٰی کہنے سے حاصل ہو گئے تھے، یہ مراتب برحق ہیں کہ یہ ذاتِ حق تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ بس ماسوئ اللہ ہوس۔ جان لے کہ شیطان عالم فاضل ہے، اُس کے پاس اِس قدر ظاہری علم ہے کہ وہ تمام فرشتوں کو تعلیم دیتا رہا ہے۔ شاگردوں کو علم سکھانا اُسی سے شروع ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس ظاہری علم نہ تھا۔ اُنھوں نے تصورِ اسم اللہ ذات کے علم سے روشنیٔ روح حاصل کی اور باطن کے علمِ توحید (تصورِ اسم اللہ ذات) ومعرفتِ اِلٰہی سے شیطان وفرشتوں پر غالب آئے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔"اور آدم کو کل اسما کا علم سکھایا اور اُنھیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا"۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔"انسان کو وہ علم سکھایا جو کوئی نہیں جانتا تھا"۔ سبحان اللہ۔ شیطان کو اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ (مَیں اِس سے بہتر ہوں) کے علم نے اللہ تعالیٰ کے قرب سے دُور کر دیا اور اصحابِ کہف کے کتے کو محبت ومعرفت کے علم نے اصحابِ کہف کے سلک میں شمار کروا دیا کہ علمِ محبت ومعرفت غلاظتِ باطل سے باہر نکال لاتا ہے۔ علم ہے بھی وہی جو بندے کو معرفتِ حق سے سرفراز کرے۔

ابیات :۔(1)" علم روشنی ہے جس سے حق طلبی کی راہ روشن رہتی ہے، بے علم آدمی جاہل ہوتا ہے کہ اُس سے راہِ حق سلب ہو جاتی ہے"۔(2)" علم کے تین

حروف ہیں جن میں کرمِ الٰہی کا شرف ہے، جو بندہ علم حاصل کرتا ہے اُسے کوئی غم لاحق نہیں ہوتا"۔(3) "علمِ عین (چشمِ باطن) سے دیکھ ۔جو عالم علم کے خلاف چلتا ہے وہ دُکھ اٹھاتا ہے"۔

فرمایا گیا ہے کہ ایک عالم کی خرابی سارے جہان کی خرابی بن جاتی ہے۔غیر مخلوق کلام اللہ کا علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اِس کے عالم فاضل انبیاؑ کے وارث ہیں۔ اے نفس پرست! تُو اُن کے سامنے دم نہ مار۔

بیت :-"اے باھُو! تُو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رازِ ربّ کی روشن راہ طلب کرتا کہ تُو غرق فنافی اللہ ہو کر ہم جلیس ربّ ہو سکے"۔

فیض وفضیلتِ جمعیتِ کل وجز کی یہ عطا مرشدِ کامل سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ مَیں اپنے طالب کو ایک ہی دم میں معرفتِ اِلاَّ للّٰہُ کے دریائے توحید میں غرق کر کے معیتِ اِلٰہی کا اِستغراق بخش دوں ، اُسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کی دائم حضوری بخش دوں اور اُسے بے حجاب اللہ سے ملا دوں تا کہ اُس کے ظاہر باطن کا ہر عمل قربِ اللہ کی یکتائی سے ہو،اُس کی جان عشقِ اِلٰہی کے سوز میں کباب کی طرح جلتی رہے،اُس کی روح فرحت یاب اور نفس خراب رہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے سر و دماغ میں تصور و تصرف و توجہ سے اسمِ ھُوْ لکھنے کی مشق (مرشد کامل کی بتائی ہوئی) ترتیب سے کرے۔یہ مشق مرقوم دونوں جہان کے جملہ مراتب کی چابی ہے کہ اِس سے تمام علمِ حیؒ قیوم معلوم ہو جاتا ہے اِس مشق مرقوم کا

نقش یہ ہے:

جوابِ مصنّف غلامِ قادری :

ابیات :-"مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ قوت عطا کر رکھی ہے کہ مَیں پوری طاقت سے داڑھی کی عزت برقرار رکھوں"۔ (2) "مجھے یہ قوت حاصل ہے کہ جسے چاہوں نوازدوں اور جسے چاہوں اُس کی جان لے لوں"۔

طریقۂ قادری کی انتہا یہ ہے کہ اِس میں طالب مرید ذکر و مذکور وا الہام سے گزر کر غرق فنا فی اللہ و غرق فنا فی التوحید نور ہو جاتا ہے۔

ابیات :-(1)" ذکر کو چھوڑ اور مراتبِ قلب سے بھی آگے نکل جا تا کہ تجھے استغراقِ توحیدِ ربّ حاصل ہو جائے"۔(2)" قادری کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت حضوری میں رہتا ہے۔ قادری خاص ہے کہ وہ خاص الخاص نور میں غرق ہوتا ہے"۔ (3)" مَیں روزِ ازل سے طریقۂ قادری کا مرید ہوں، یہ طریقہ فیض و فضل رحمتِ حق سے بہرہ ور کرتا ہے"۔(4)" اِس طریقہ کا منکر روسیاہ رافضی ہے جو زندیق و خدا کا دشمن ہے"۔(5)"باھُو قادری کو ایک ہی نظر میں اس طرح پہچان لیتا ہے جس طرح کہ زرگر سونے و چاندی کو پہچانتا ہے"۔

مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ ہمیں دین و دنیا دونوں عطا کر دی گئی ہیں۔یہ اُن کے نفس و ہوا کا مکروفریب اور شیطانی حیلہ ہے۔ دین و دنیا کی ہر عطا فقط قادری طریقے کو بخشی گئی ہے، وہی اِس قوت پر قادر و قدیر اور ہر دو جہان کا حاکم و امیر ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :-" تم نیکی کے کمال تک ہرگز نہیں پہنچ سکو گے جب تک کہ اپنی محبوب ترین چیز کو راہِ خدا میں خرچ نہ کر دو"۔اللہ تعالیٰ کے تمام غیبی خزانے بغیر کسی جستجو کے اُس کے تصرف میں ہوتے ہیں، عنایت وہدایت و ولایت و غنایت سے اُس کا دل غنی ہوتا ہے اور وہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتا ہے۔ قادری طریقے کے اِن مراتب کو اہلِ شقی بد بخت کیا جانے؟ فقیر اپنی سات نظروں کی تاثیر سے پہچانا جا سکتا ہے۔اوّل یہ کہ اُس کے پاس عنایتِ ہدایت کی نظر ہوتی ہے۔ جو فقیر یہ نظر رکھتا ہے اُسے قربِ ربانی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ فقیر شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جن کے تصرف میں مشرق سے مغرب تک تمام دنیا کی حکومت ہے۔ایسا فقیر اِس قدر غنی ہوتا ہے کہ وہ ملکِ سلیمانی کی طرف دیکھتا ہی

نہیں۔اِن سات نظروں کا حامل فقیر صاحبِ نظر ناظر ہوتا ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور ہو کر اُس کی بارگاہ میں حاضر رہتا ہے اُس کی نظر کیمیائے اکسیر ہوتی ہے جو مردہ دل کے تانبے کو سونا بنا دیتی ہے۔دوسرے یہ کہ اگر وہ کسی کافر کی طرف توجہ کر دے تو وہ اُسی وقت کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر وہ کسی عالم کی طرف توجہ کر کے اُس کے سینے سے علم سلب کر لے تو وہ تمام عمر علم کو بھولا رہے گا اور اگر وہ اُسے علمِ باطن بخش دے تو اُس پر معرفتِ اِلٰہی اِس طرح کھل جاتی ہے کہ اُسے چودہ علومِ رسم رسوم پشتِ ناخن پر نظر آنے لگتے ہیں۔چوتھے یہ کہ اگر وہ کسی جاہل پر توجہ کر دے تو اُس پر علم علوم منکشف ہو جاتے ہیں جس سے وہ رسمی رواجی علم علوم کے علما پر غالب آ جاتا ہے اور اُس پر ہر قسم کے تحریری علوم واضح و معلوم ہو جاتے ہیں۔پانچویں یہ کہ اگر وہ کسی منافق پر توجہ کر دے تو وہ نفاق سے نکل آتا ہے، اُس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور وہ محبتِ اِلٰہی میں دیوانہ ہو جاتا ہے اور اُس کا نفس مطلق فنا ہو جاتا ہے۔چھٹے یہ کہ اگر وہ کسی مفلس پر توجہ کر دے تو وہ غنی ہو جاتا ہے اور اگر وہ کسی مالدار غنی پر قہر و غصے کی نظر کر دے تو وہ اِس قدر مفلس و نادار ہو جاتا ہے کہ نہ اُسے تن پوشی کے لئے کپڑا میسر آتا ہے اور نہ اُسے روزمرہ کی خوراک ملتی ہے۔ساتویں یہ کہ اگر وہ کسی ذاکر کی طرف توجہ کر دے اُسے الہامِ مذکور کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے، اگر وہ اہلِ مذکور پر نظر کر دے تو اُسے معرفتِ نور میں غرق کر دیتا ہے، اگر وہ اہلِ نور پر نظر کر دے تو اُسے اہلِ حضور کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے، اگر وہ اہلِ حضور پر نظر کر دے تو اُسے باطن معمور، بہ شوق مسرور اور وجود مغفور کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے اور اُسے دونوں جہان کے جملہ امور پر غالب کر کے خلق میں

مشہور کر دیتا ہے۔اِس قسم کے صاحبِ نظر جامع مرشد کے ہاتھ میں توحیدِ الٰہی کی کلیدِ کل ہوتی ہے کہ وہ مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات کا عامل کامل ہوتا ہے۔اِن مراتب کو یہ اہلِ تقلید کیا جانیں؟ کہ ایسا صاحبِ باطن فقیر جب طالبانِ مولیٰ کو نظر سے تلقین کرتا ہے تو اُس کے طالب ایک ہی دم میں قربِ اللہ حضوری میں پہنچ کر کَفٰی بِاللّٰہِ (کفایتِ الٰہی) کے مراتب حاصل کر لیتے ہیں اور مشاہدۂ ربوبیت میں غرق ہو کر نسخۂ دل سے تلقین کا سبق پڑھتے ہیں اور حَسْبِیَ اللّٰہُ (میرے لئے فقط اللہ کافی ہے) کا نعرہ لگاتے ہیں۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"نہ بہکی اُن کی نظر اور نہ حد سے بڑھی"۔

بیت:۔" اہلِ نظر کی نگاہ وحدتِ الٰہی پر جمی رہتی ہے اور ہر وقت اُن کے منہ سے فرحت آمیز آہیں نکلتی رہتی ہیں"۔

اِس قسم کے حاضر و ناظر نگاہ آگاہ ،حضوریٔ راہ اور حفظِ الٰہی میں غنایت و عنایت و ہدایت و ولایت کے تمام مراتب سروری قادری اسرار الحق فقیر کو حاصل ہوتے ہیں۔اگر کوئی دوسرا اِن مراتب کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا و دروغ گو ہے کیونکہ قادری طریقے کے طالب مرید حضرت رابعہ اور حضرت بایزید سے بہتر مرتبے پر فائز ہوتے ہیں، وہ بے ریاضت دائمی نماز میں مشغول رہتے ہیں۔اُن کی شان میں فرمایا گیا ہے:۔"اُن کے جسم دنیا میں اور دل آخرت میں ہوتے ہیں اور وہ ہر وقت اپنے دل میں دائم نماز پڑھتے رہتے ہیں"۔اُن کے مراتب کو دیکھ کر غوث و قطب حیران و پریشان ہوتے رہتے ہیں۔وہ خالص فقیر ہیں۔جان لے کہ فقیر دو صفات سے متصف ہوتا ہے، ایک توحید اور دوسرے توکل۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" توحید اور توکل دو جڑواں بھائی ہیں"۔اِن دو صفات کا عملی اظہار حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا فقرِ کریم اور خُلقِ عظیم ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے :-"اپنے اندر اخلاقِ الٰہیہ پیدا کرو"- فقیر میں چار صفات اصحابِ کبار کی پائی جاتی ہیں: ایک صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صفتِ صدیق ، دوسری حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صفتِ محاسبۂ نفس، تیسری حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صفتِ حیا اور چوتھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صفتِ علم وجود وسخا- فقیر میں چار صفات فرشتوں کی سی ہوتی ہیں،ایک یہ کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی طرح اُس کے چہرے پر اللہ تعالیٰ کے قربِ نورِ جلال کی وجہ سے کرامت وعظمت وجذبِ جلالیت کا نور رہتا ہے- دوسرے یہ کہ جبرائیل علیہ السلام کی طرح اُس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا فصیح و بلیغ کلام و پیغامِ قرآن وحدیث جاری رہتا ہے- تیسرے یہ کہ وہ جہاں جاتا ہے اُس کے دم قدم سے میکائیل علیہ السلام کی طرح رحمت کی بارش برستی ہے جس سے لوگوں کی آبادی میں جمعیت آتی ہے اور لوگ حوادث و پریشانی سے محفوظ رہتے ہیں- چوتھے یہ کہ فقیر کا دم صورِ اسرافیل علیہ السلام کی مانند ہوتا ہے،اگر وہ اپنے دم سے سرد آہ بھر دے تو تمام جہان اُس سے ویران و برباد ہو جائے- جس فقیر میں یہ دس صفات نہ ہوں اُسے فقیر نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ دربدر گدا کرنے والا درویش ہے جو ہر در پر اصدا لگاتا ہے-

ابیات :-(1)"باھُو فقر کا طالب ہے اور فقر ہی کا مقرب ہے،باھُو کو یہ فقر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نصیب ہوا ہے"-(2)"فقر ایک خزانہ ہے جو بے شمار گنجِ الٰہی کا جامع ہے ،فقر اخلاص وصدق واعتبار کا گنجینہ ہے"-(3)" فقر رحمتِ راز و وحدتِ حق کا نور ہے- تمام مخلوق فقیر کے حکم کے تابع ہے"-(4)" فقر کو عاجز و مفلس وحقیر مت جان کہ فقر کی نظر کیمیائے اکسیر وروشن ضمیر ہے"-(5)" اے

باھُو! فقیر بھیک مانگ کر اپنے نفس کو ذلیل و رسوا کرتا ہے حالانکہ فقیر مالک الملکی بادشاہ ہوتا ہے مگر اللہ سے ڈرتا ہے"۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔"اور اللہ غالب ہے اپنے امر پر"۔

باب پنجم

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے مبارکہ ننانوے چابیاں ہیں۔ ہر اسم کی چابی سے اُس کی حاضرات کھلتی ہیں۔ ہر اسم کی حاضرات سے دین و دنیا کے تمام مطالب کا تماشا دکھائی دیتا ہے۔ ہر اسم کا دائرہ ایک وسیع ولایت ہے جس میں ہدایت اور گنجِ خزائن اللہ کی عنایت ہے۔ جو کوئی ہر ایک اسم کے دائرہ سے ذات و صفات کے مراتب حاصل نہیں کر سکا تو سمجھ لو کہ وہ علمِ ظاہر و باطن سے بے دانش و بے شعور ہے اور وہ فقر و فاقہ اور عاجزی و محتاجی کی ہلاکت میں مبتلا ہے۔ اُس کا سوال اُس کی اپنی گردن پر وبال ہوگا اِس لئے کہ وہ باطن میں معرفتِ توحیدِ الٰہی وصال سے محروم ہے۔ یہ سب بخشش و عطا اُس مرشدِ کامل عارف سے حاصل ہوتی ہے جو اسم و مسمّٰی کا معما حل کر سکتا ہو۔ جو آدمی حاضراتِ کلید جانتا ہے اور معرفتِ توجہ سے بھی واقف ہے تو وہ اہل توحید مرشدِ کامل ہے ورنہ وہ ناقص اہل تقلید ہے۔

ننانوے اسمائے باری تعالیٰ کا نقش یہ ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ج ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمِ

یَا اَللّٰہُ　یَا رَحْمٰنُ　یَا رَحِیْمُ　یَا مٰلِکُ
یَا قُدُّوْسُ　یَاسُبُّوْحُ　یَا سَلَامُ　یَا مُؤْمِنُ
یَا مُھَیْمِنُ　یَا عَزِیْزُ　یَا جَبَّارُ　یَا مُتَکَبِّرُ
یَا خَالِقُ　یَا بَارِیُٔ　یَا مُصَوِّرُ　یَا غَفَّارُ
یَا قَھَّارُ　یَا وَھَابُ　یَا رَزَّاقُ　یَا شَکُوْرُ
یَا عَلِیُّ　یَا کَبِیْرُ　یَا حَافِظُ　یَا مُقِیْتُ
یَا حَسِیْبُ　یَا جَلِیْلُ　یَا کَرِیْمُ　یَارَقِیْبُ
یَامُجِیْبُ　یَاوَاسِعُ　یَاوَدُوْدُ　یَامَجِیْدُ
یَابَاعِثُ　یَا شَھِیْدُ　یَاحَقُّ　یَا وَکِیْلُ
یَا قَوِیُّ　یَافَتَّاحُ　یَاعَالِمُ　یَاقَابِضُ
یَابَاسِطُ　یَاحَفِیْظُ　یَارَافِعُ　یَامُعِزُّ
یَامُذِلُّ　یَاسَمِیْعُ　یَابَصِیْرُ　یَاحَکِیْمُ
یَاعَدَلُ　یَاخَبِیْرُ　یَاحَلِیْمُ　یَاعَظِیْمُ
یَاعَلِیْمُ　یَاغَفُوْرُ　یَامَتِیْنُ　یَاوَلِیُّ

یَاحَمِیْدُ یَامُحْصِیُّ یَااَبَدِیُّ یَامُحْیِیُ

یَامُمِیْتُ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَاوَاجِدُ

یَااَحَدُ یَاصَمَدُّ یَاقَادِرُ یَامُقْتَدِرُّ

یَامُقَدِّمُ یَامُؤَخِّرُ یَااَوَّلُ یَااٰخِرُ

یَاظَاھِرُ یَابَاطِنُ یَاوَالِیُ یَامُتَعَالِیُ

یَابَرُّ یَاتَوَّابُ یَامُنْعِمُ یَامُطِیْعُ

یَاعَفُوُّ یَارَؤُفُ یَامَالِکَ الْمُلْکِ یَاذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

یَارَبُّ یَامُقْسِطُ یَاجَامِعُ یَاغَنِیُّ

یَامُغْنِیُّ یَامُعْطِیُ یَامَانِعُ یَاضَآرُّ

یَانُوْرُ یَاھَادِیُ یَابَدِیْعُ یَابَاقِیُ

یَارَشِیْدُ یَاصَبُوْرُ

اَلَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمِ وَعْدَاللّٰہِ الْحَقُّ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادِ ط اللہ بس ماسوٰی اللہ ہوس۔ تمت بالخیر۔

ختم شد ترجمہ "اسرارالقادری" از سید امیر خان نیازی سروری قادری ساکن ڈیرے خیلانوالہ چھدرو روڈ میانوالی حال محلّہ سرگوجرہ غربی تلہ گنگ روڈ چکوال بتاریخ 30 اکتوبر 2010 بروز ہفتہ۔